A-PDF Image To PDF Demo. Purchase from www.A-PDF.com to remove the watermark

جرمِ سیاہ

اشتیاق احمد

Uploaded for:
www.urdufanz.com
By: SHJ3

Uploaded for:
www.urdufanz.com
By: SHJ3

انوار الادب لاہور

سیریز 612

محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید

موت کی سازش

اشتیاق احمد

ناشر : طاہر ایس ملک
تزئین : محمد سعید نامدار
سرورق : انداز

اس ناول کے تمام واقعات، مقامات اور کردار فرضی ہیں۔ کسی قسم کی مشابہت یا مطابقت محض اتفاقی امر ہوگی جس کے لیے مصنف یا پبلشر ذمہ دار نہ ہوں گے۔

طاہر ایس ملک
نے (صفدر علی) لالہ عبدالرشید پرنٹر، لاہور
سے چھپوا کر
انداز پبلی کیشنز (مطبوعات اشتیاق) لاہور
سے شائع کیا۔

قیمت : 21 روپے

انداز پبلی کیشنز
سیکنڈ فلور میاں مارکیٹ غزنی سٹریٹ
اردو بازار۔ لاہور۔

ANDAZ PUBLICATIONS

مطبوعات اشتیاق
۱۲/۹ نصیر آباد، مسلم پورہ، سانده کلاں لاہور
فون : ۷۲۴۶۳۵۶ — ۷۱۱۲۹۶۹

انوار الادب لائبریری
تاریخ
انوار الرحمان

حدیث شریف

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب خون اور فساد کا وقت ہو، اس وقت عبادت کرنا (اور فساد سے الگ رہنا) اتنا ثواب رکھتا ہے، جیسے میری طرف ہجرت کا ثواب ہے۔

سنن ابن ماجہ شریف، جلد سوم
صفحہ نمبر ۲۷۰، حدیث نمبر ۸۷۸

○

Uploaded for:
www.urdufanz.com
By: SHJ3

ناول پڑھنے سے پہلے یہ دیکھ لیں کہ:

- یہ وقت نماز کا تو نہیں ——
- آپ کو سکول کا کوئی کام تو نہیں کرنا ——
- کل آپ کا کوئی ٹسٹ یا امتحان تو نہیں ——
- آپ نے کسی کو وقت تو نہیں دے رکھا ——
- آپ کے ذمے گھر والوں نے کوئی کام تو نہیں لگا رکھا۔

اگر ان باتوں میں سے کوئی ایک بات بھی ہو تو ناول الماری میں رکھ دیں۔ پہلے نماز اور دوسرے کاموں سے فارغ ہو لیں، پھر ناول پڑھیں۔ شکریہ!

مخلص:

اشتیاق احمد

ادارۃ الادب لاہور
تاریخ 4/6/96

مہمانِ خصوصی

"ٹھیک ساڑھے آٹھ بجے پروفیسر داؤد میکن ہال میں داخل ہوں گے، اس کے بعد تمہارا کام شروع ہو گا —— وہ تمہارے لیے بہت آسان شکار ثابت ہوں گے —— تم جیسے ماہر نشانہ باز پورے ملک میں چند ہوں گے —— گولی ٹھیک ان کی دائیں آنکھ کے راستے دماغ میں داخل ہو گی —— جسم کے کسی اور حصے پر گولی کارگر نہیں ہو گی —— کیونکہ وہ مکمل طور پر بلٹ پروف لباس میں ہوں گے —— صرف اور صرف آنکھیں بلٹ پروف کے بغیر ہوں گی، کیا تم پوری بات سمجھ گئے؟"

"نہیں سر —— ابھی بہت سی باتیں رہتی ہیں —— آپ کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ پروفیسر داؤد بلٹ پروف لباس میں ہوں گے —— جب کہ میری معلومات یہ ہیں کہ کبھی بھی بلٹ پروف لباس میں نہیں ہوتے۔"

"یہ صرف سنی سنائی بات ہے —— لیکن مجھ تک جو اطلاعات

پہنچی ہیں — وہ یہ ہیں کہ جدید ترین ایجاد ان کی یہی لباس ہے،
یہ لباس کوئی لوہے کا نہیں — یا کسی اور دھات کا نہیں —
بلکہ لہروں کے ذریعے تیار کیا گیا ہے — ان کے پورے جسم کے
گرد ان لہروں کا ہالہ سا ہو گا — جو گولی کو ان کے جسم تک
نہیں پہنچنے دے گا — بلکہ گولی چلانے والے کو اُلٹ کر گولی
لگے گی — یہ اور بات ہے کہ تم نے اس کی مشق کی ہوئی ہے،
اور گولی واپس آ کر تمھیں نہیں لگے گی۔"

"لیکن سر! اس صورت میں گولی دماغ میں کس طرح لگ سکتی
ہے — کیا آنکھیں ان لہروں سے آزاد ہوں گی؟"

"ہاں! آنکھوں کی حد تک وہ لہریں حفاظت نہیں کرتیں —
آنکھ کا نشانہ لے کر کوئی شخص بھی انھیں ہلاک کر سکتا ہے،
اسی لیے تمھارا انتخاب کیا گیا ہے۔"

"میں یہ کام کر سکوں گا، لیکن میری اُلجھن ابھی باقی ہے۔"

"اُلجھن — کیسی اُلجھن؟"

"آپ پروفیسر داؤد کو کیوں ہلاک کرنا چاہتے ہیں؟"

"اس سوال سے تمھیں کوئی واسطہ نہیں۔"

"اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ اگر میں یہ کام کر گزرا تو آپ
مجھے ہمیشہ کے لیے آزاد کر دیں گے۔"

"میں وعدہ کر چکا ہوں۔"

"وعدہ اگر آپ پورا نہ کریں تو؟"

"تو بھی میرے لیے کام کرنے پر مجبور ہو — نہیں کرو گے
تو تمھاری فائل انسپکٹر جمشید کو دے دی جائے گی۔"

"اچھی بات ہے — میں آپ کے وعدے پر اعتبار کرنے
پر مجبور ہوں — سترہ ستمبر کو آپ کا کام ہو جائے گا —
اٹھارہ ستمبر کو اگر آپ نے میری آزادی کا اعلان نہ کیا اور تمام
ثبوت میرے حوالے نہ کیے تو میں جان لوں گا کہ آپ
مجھے اسی طرح قید میں رکھیں گے — کبھی آزاد نہیں کریں گے،
اس صورت میں میں کیا قدم اٹھاؤں گا — یہ آپ نہیں جانتے۔"

"ہائیں! تم اس قابل ہو گئے کہ مجھے دھمکی دے سکو۔"

"نہیں — یہ دھمکی نہیں — ایک مجبور آدمی کا اعلان ہے۔"

"اعلان سُن لیا — اس کام کے بعد میں تمھیں آزاد کر دوں
گا اور تم کہیں بھی جا سکو گے — میں اس سے غرض نہیں رکھوں
گا کہ تم کہاں جاتے ہو۔"

"بہت بہت شکریہ باس — مجھے اگرچہ اس بات کی ایک فیصد
بھی اُمید نہیں، اس کے باوجود میں اعتبار کر رہا ہوں — اور
یہ کام کر گزروں گا۔"

"ٹھیک ہے — اب تم جا سکتے ہو — تمھیں دعوت نامہ مل
جائے گا — تم ایک معزز آدمی کی جگہ وہاں جاؤ گے — وہ

معزز آدمی اس دن دعوت میں شرکت نہیں کرے گا — اور اپنا کارڈ ہمیں دے دے گا — لہٰذا اس دعوت میں کسی کو پتا نہیں چلے گا کہ کوئی غلط آدمی اندر داخل ہو گیا ہے۔"

"بہت خوب! لیکن واپسی کا کیا سوچا ہے آپ نے۔"

"تم صرف پستول سے پیچھا چھڑا لینا — پھر تم پر کوئی شک نہ کر سکے گا۔"

"غلط — بالکل غلط۔" وہ چلّا اٹھا۔

"کیا مطلب؟"

"پستول سے پیچھا چھڑا کر بھی بات نہیں بنے گی — میرے پاس کسی اور کے نام کا کارڈ ہو گا — لہٰذا شک مجھ پر ہی کیا جائے گا — اس لیے میں فرار ہونے کی تیاری پہلے ہی کر لوں گا — گولی کسی خفیہ جگہ سے چلاؤں گا — پستول بے آواز ہو گا — جب تک لوگ ہوشیار ہوں گے — میں نکل چکا ہوں گا۔"

"جیسے تمھاری مرضی — وہاں سے نکل جانا — یا وہاں رہ کر حالات کا سامنا کرنا، یہ تمھاری اپنی مرضی پر ہو گا۔"

"ہاں! آپ کو اس سے کیا غرض کہ میں پھنستا ہوں یا باہر نکل آتا ہوں۔"

"بالکل ٹھیک۔" ہنسی کی آواز سنائی دی۔

"کاش — مجھے پتا ہوتا۔"

"کیا پتا ہوتا؟" ہنس کر پوچھا گیا۔

"یہ کہ آپ کون ہیں — پھر میں آپ کو بتاتا راستا۔"

"ہاہاہا — یہ تم کبھی نہ جان سکو گے — اچھا باتیں بہت ہو چکیں — اپنے کام کی تیاری کرو — بہتر ہو گا کہ میکن ہاؤس کو کسی بہانے اندر سے دیکھ آؤ۔"

"او کے — یہ ٹھیک رہے گا۔"

"گڈ بائی۔"

○

انسپکٹر جمشید کے فون کی گھنٹی بجی — انھوں نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگایا تو ایک باریک سی آواز سنائی دی:

"السلام علیکم!"

"وعلیکم السلام — فرمائیے، کون صاحب بات کر رہے ہیں اور مجھ سے کیا کام ہے؟"

"جو بات میں کرنے لگا ہوں — بہت خفیہ اور بہت اہم ہے — اگر آپ رازداری کا وعدہ کریں تو بتا سکتا ہوں۔" لہجہ بہت دھیما تھا۔

"میں پوری کوشش کروں گا — وعدہ نہیں کر سکتا، کیونکہ

نہ جانے آپ کیا بات، بتانے چلے ہیں۔"

"چلیے خیر — اتنا ہی بہت ہے — دوسری بات — اس قیمتی اطلاع کے بدلے میں مجھے کیا ملے گا؟"

"آپ کیا چاہتے ہیں؟" انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر کہا۔

"آپ مجھے جیل جانے سے بچا لیں گے — اگر آپ یہ وعدہ کرتے ہیں تو میں آپ سے سودا کرنے کے لیے تیار ہوں۔"

"پوری بات جانے بغیر میں وعدہ نہیں کر سکتا۔" انسپکٹر جمشید پُرسکون آواز میں بولے۔

"معاملہ اگر آپ کے دوستوں میں سے کسی کی زندگی کا ہو، تب بھی نہیں۔"

"نہیں! اس لیے کہ موت اور زندگی اللہ کے ہاتھ ہے۔" وہ بولے۔

"تب آپ سے بات کرنے کا کیا فائدہ — اگر آپ میرے لیے کچھ نہیں کر سکتے تو مجھے کیا ضرورت ہے — آپ کے لیے کچھ کرنے کی۔"

"ہوں! وعدہ تو میں واقعی نہیں کر سکتا — لیکن اگر تم ہمارے کام آئے — میرا مطلب ہے، قانون کا ساتھ دیا تو ضرور تمھارے لیے کچھ نہ کچھ کروں گا۔"

"سوری!" ان الفاظ کے ساتھ ہی فون رکھ دیا گیا۔

انسپکٹر جمشید کی پیشانی پر لکیریں نمودار ہو گئیں — انھوں نے فوراً خان رحمان کے نمبر ڈائل کیے:

"السلام علیکم خان رحمان — آج کل میں کوئی پروگرام تو نہیں ہے؟"

"پروگرام — کیسا پروگرام؟"

"کسی بھی قسم کا کوئی پروگرام؟"

"ہاں! ایک پروگرام ہے تو سہی — میکن ہال میں — سردار میکن نے بڑے بڑے لوگوں کو دعوت دے رکھی ہے — سنا ہے، بہت زبردست پروگرام ہو گا۔"

"اور تم اس پروگرام میں شرکت کر رہے ہو؟"

"ہاں! دعوت نامہ مل چکا ہے۔"

"ساتھ میں اور کون ہو گا؟"

"پروفیسر داؤد کو بھی بلایا گیا ہے — بلکہ..."

"اور یہ دعوت ہے کیا؟" انھوں نے انھیں بات بھی پوری نہ کرنے دی۔

"کل سترہ ستمبر کو — رات نو بجے — بارہ بجے تک پروگرام جاری رہے گا۔"

"میرا مشورہ ہے — تم دونوں اس دعوت میں نہ جانا۔"

"کیا مطلب؟" وہ چونک کر بولے۔

انھوں نے فون بند کر دیا اور آئی جی شیخ نثار احمد کے نمبر

ڈائل کیے :

"السلام علیکم سر — کیا آپ کو میکن ہاؤس کا دعوت نامہ ملا ہے؟"

"ملا ہے جمشید — لیکن میں نہیں جا رہا — اس روز مجھے بہت اہم کام ہے۔"

"میرا مشورہ بھی یہی تھا — کہ آپ وہاں نہ جائیں۔"

"کیوں — خیر تو ہے۔"

"وہاں — کسی کو خطرہ ہے — کسے ہے — یہ میں ابھی خود بھی نہیں جانتا۔"

"خیر بھئی — میں تو جا ہی نہیں رہا۔"

"شکریہ۔" یہ کہہ کر انھوں نے سلسلہ کاٹ دیا اور ڈی آئی جی افتخار احمد خان کے نمبر ملائے — ان سے معلوم ہوا کہ انھیں دعوت نامہ ملا ہے — اور وہ جائیں گے۔

"میرا مشورہ ہے سر — آپ اس دعوت میں نہ جائیں۔"

"یہ نہیں ہو سکتا جمشید۔"

"کیا مطلب؟" وہ چونکے۔

"سردار میکن میری بیوی کے دور کے چچا زاد بھائی ہیں — لہٰذا مجھے اور بیگم کو بچوں سمیت جانا ہی ہو گا — لیکن تم کیوں روک رہے ہو؟"

"وہاں خطرہ ہے سر — یا پھر آپ یہ دعوت ہی کینسل

کرا دیں۔"

"افسوس! یہ میرے بس کی بات نہیں — سردار میکن جب ایک فیصلہ کر لیتے ہیں تو کسی کی نہیں مانتے — لیکن وہاں خطرہ کیا ہے؟"

"ابھی تک مجھے تفصیل معلوم نہیں ہو سکی۔"

"خیر — جب معلوم ہو — بتانا ضرور۔"

"اچھی بات ہے۔" وہ بولے۔

اور پھر اکرام کی طرف مڑے :

"سردار میکن کے بارے میں کیا جانتے ہو؟"

"ملکی لحاظ سے بہت بڑا آدمی ہے — ہزاروں ایکڑ زمین کا مالک — کئی ملوں کا مالک — ہزاروں آدمی اس کے ملازم ہیں — ضدی آدمی ہے — جب کسی بات پر اڑ جاتا ہے — تو پھر اپنا فیصلہ تبدیل نہیں کرتا — سیاسی آدمی بھی ہے — کئی سیاسی پارٹیوں سے تعلقات ہیں اس کے۔" اکرام نے کہا۔

"بہت خوب! اس کا نمبر ملاؤ — میں اس سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

"او کے سر۔" اکرام نے فوراً کہا۔

پانچ منٹ کی کوشش کے بعد اکرام نے ریسیور ان کی

طرف بڑھا دیا:

"السلام علیکم جناب۔ انسپکٹر جمشید بات کر رہا ہوں۔"

"کہیے — آپ کو مجھ سے کیا کام آ پڑا؟" کافی اکھڑ لہجہ سنائی دیا۔

"کل آپ کے ہاں ایک بہت بڑی اور اہم دعوت دی جا رہی ہے — لیکن میری اطلاعات کے مطابق اس دعوت میں کوئی خطرہ ہے — بدمزگی نہ ہو جائے۔"

"ایسی کوئی بات نہیں۔" اس نے فوراً کہا۔

"میرا فرض تھا — آپ کو اطلاع دے دینا — سو دے دی۔"

"آخر آپ کی معلومات کیا ہیں؟"

"آپ کے کسی مہمان کی جان کو خطرہ ہے۔"

"نن نہیں — نہیں — یہ نہیں ہو سکتا۔" یہ کہہ کر دوسری طرف سے زوردار آواز میں ریسیور رکھ دیا گیا۔

عین اس لمحے فون کی گھنٹی گنگنا اٹھی — انھوں نے ریسیور اٹھایا تو خان رحمان بے چین ہو کر کہہ رہے تھے:

"جمشید تم نے پوری بات بتائے بغیر فون بند کر دیا۔"

"یار تم میری بات سنتے کب ہو؟"

"اچھا بابا — تم کہتے ہو تو میں نہیں جاؤں گا، لیکن تم پروفیسر داؤد کو کس طرح روکو گے؟" خان رحمان نے ہنس کر کہا۔

"کیوں — اگر تم رک سکتے ہو تو وہ کیوں نہیں رک سکتے۔"

"میرا خیال ہے — نہ وہ رک سکیں گے — نہ تم انھیں روک سکو گے — لہٰذا تم مجھے بھی جانے ہی دو۔"

"میں کہتا ہوں — وہاں تم میں سے کسی کی زندگی کو خطرہ ہے۔"

"کیا!!!" خان رحمان چلائے۔

"ہاں! میں غلط نہیں کہہ رہا — یہ بات بہت اہم ہے — اور مجھے خفیہ طور پر اطلاع ملی ہے۔"

"ارے باپ رے — اب پروفیسر صاحب کا کیا بنے گا؟"

"کیا کہہ رہے ہو خان رحمان؟"

"یار تم خود ان سے بات کر لو۔" یہ کہہ کر خان رحمان نے فون بند کر دیا۔

انھوں نے بے تابانہ انداز میں پروفیسر داؤد کے نمبر ملائے اور پھر ان کی آواز سن کر بولے:

"تو آپ میکن ہاؤس کی دعوت ترک نہیں کر سکتے۔"

"بات بھی تو بتاؤ نا جمشید۔"

"وہاں شاید آپ کی زندگی کو خطرہ ہے — یا پھر ڈی آئی جی صاحب کی۔"

"کیا مطلب — یہ تم اتنے یا پھر یا پھر کیوں لگا رہے ہو۔"

وہ ہنس پڑے۔

"خطرہ کسی ایک کی زندگی کو ہے۔"

"اوہ اچھا — لیکن میں مجبور ہوں — مجھے تو جانا ہی ہوگا۔ ہاں تم خان رحمان اور ڈی آئی جی صاحب کو روک لو۔"

"خان رحمان رک جائیں گے — افتخار احمد خان صاحب نہیں رک سکتے — ان کی بیوی کی رشتے داری ہے میکن صاحب سے۔ لیکن آپ کو تو کوئی مجبوری نہیں ہے — آپ کیوں نہیں رک سکتے؟"

"مجبوری ہے نا جمشید۔"

"آخر کیا؟" وہ چلّا اٹھے۔

"اس دعوت کا مہمانِ خصوصی میں ہوں۔"

"کیا!!!"

وہ چلّا اٹھے —

فیصلہ

دروازے کی گھنٹی بجی، فرزانہ بُری طرح چونکی:

"ہائیں! یہ گھنٹی کی آواز کو کیا ہوا؟"

"کیوں! کیا بات ہے — ٹھیک ٹھاک انداز سے تو بجی ہے، وقت بھی ابا جان کے آنے کا ہے۔" محمود نے منہ بنایا اور اٹھ کر دروازے کی طرف چل پڑا:

"دروازہ کھولنے سے پہلے میری بات سُن لو — گھنٹی کی آواز سے اُداسی اور پریشانی ٹپک رہی ہے۔"

"حد ہو گئی — اب گھنٹی کی آواز سے بھی اداسی اور پریشانی ٹپکنے لگی۔" بیگم جمشید نے جھلّا کر کہا۔

"ابھی کیا ہے امی جان — آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا — ابھی تو اس سے سسپنس، خوشی، خوف اور نہ جانے کیا کیا ٹپکا کرے گا۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"خیر خیر — ابھی میری بات ثابت ہو جائے گی۔" فرزانہ

نے اسے گھورا۔

اُدھر محمود دروازہ کھول چکا تھا۔ انھوں نے دیکھا، انسپکٹر جمشید تھکے تھکے انداز میں اندر داخل ہوئے تھے۔ جب کہ وہ ہمیشہ ہشاش بشاش اندر آیا کرتے تھے:

"ہائیں — تو فرزانہ کا اندازہ درست تھا۔" فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

"کیا مطلب — کیسا اندازہ؟"

"جونہی آپ نے گھنٹی بجائی — فرزانہ بول اٹھی — آج گھنٹی کی آواز سے اداسی اور پریشانی ٹپک رہی ہے۔"

"کمال ہے — فرزانہ تو بہت اونچا جا رہی ہے۔"

فاروق نے فوراً بوکھلائے ہوئے انداز میں چھت کی طرف دیکھا، پھر منہ بنا کر بولا:

"نہیں تو ابا جان — یہ فرش پر کھڑی ہے۔"

"بہرحال فرزانہ کا یہ اندازہ بہت شاندار ہے۔ داد دیتا ہوں۔"

"لے لو بھئی فرزانہ — یہ وہ چیز ہے — جس کے پیچھے شاعر لوگ مارے مارے پھرتے ہیں — اور تمھیں یہ مفت میں مل رہی ہے۔"

"شکریہ!" فرزانہ نے بھی شاعروں کے انداز میں ہاتھ ہلایا۔

"واہ! داد وصول کرنے کا انداز کتنا پیارا ہے۔" بیگم جمشید

نے ہنس کر کہا۔

"لیکن ابا جان — آپ پریشان کیوں ہیں؟"

"سردار میکن کو جانتے ہو؟"

"نن — ہاں۔" فاروق نے فوراً کہا۔

"یہ کیا جواب ہوا؟" انسپکٹر جمشید نے اسے گھورا۔

"میری اور محمود کی طرف سے نہیں، فرزانہ کی طرف سے ہاں۔"

"میری طرف سے ہاں تم کس طرح کہہ سکتے ہو — جب کہ تمھیں نہیں معلوم، میں سردار میکن کے بارے میں جانتی ہوں یا نہیں۔"

"ہم لوگ چڑیا اُڑیا کے پر گن لیتے ہیں — یہ تو تم جانتی ہو۔" فاروق مسکرایا۔

"نہیں! میں یہ بھی نہیں جانتی — کیونکہ مجھے تو یہ بھی معلوم نہیں کہ چڑیا کیا ہوتا ہے اور اُڑیا کیا ہوتا ہے۔" فرزانہ نے بُرا سا منہ بنایا۔

"اوہو — تو میں یہ کہہ گیا — سوری — میرا مطلب تھا — ہم لوگ اڑتی چڑیا کے پر گن لیتے ہیں۔"

"تم گن لیتے ہو گے — میں نہیں — بہرحال میں سردار میکن کے بارے میں کچھ نہیں جانتی۔"

"حیرت ہوئی یہ جان کر۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"جی — کیا فرمایا — آپ کو کیوں حیرت ہوئی؟"

"آخر سردار میکن کی کسی بیٹی نے تمہارے ساتھ سکول میں
کیوں نہیں پڑھا؟"

"یہ میں نے کب کہا — پڑھا ضرور ہے — لیکن میں اس
قسم کے نک چڑھوں اور مغرور لوگوں کو کبھی دوست نہیں بناتی۔"

"اوہ! تو یوں کہو — مطلب یہ کہ سردار میکن کی کوئی بیٹی تمہارے
ساتھ پڑھتی ضرور ہے — یہ اور بات ہے کہ وہ تمہاری دوست
نہیں ہے۔"

"جی ہاں! یہی بات ہے — اور چونکہ وہ میری دوست نہیں
ہے — لہٰذا میں سردار میکن کے بارے میں کچھ نہیں
جانتی — ہاں اتنا ضرور ہے کہ جس قدر بڑی اور شان دار
گاڑی میکن کی بیٹی کو لینے آتی ہے — کسی وزیر کی بیٹی کو لینے
کے لیے بھی نہیں آتی۔"

"چلو خیر — یہ تو معلوم ہوا — اس بچی کا نام کیا ہے؟"

"گومی میکن۔"

"فضول سا نام ہے — گومی۔" فاروق نے بُرا سا منہ بنایا۔

"ہاں! بالکل یہی بات ہے۔" انسپکٹر جمشید بولے — اور
فرزانہ کو سردار میکن کے نمبر بتاتے ہوئے بولے:

"یہ بعد کی بات ہے — تم فون تو کرو۔"

فرزانہ نے نمبر ملائے — اور سلسلہ ملنے پر بولی:

"دیکھیے — مجھے گومی صاحبہ سے بات کرنا ہے — میں ان
کی ایک کلاس فیلو فرزانہ بات کر رہی ہوں۔"

"جی اچھا۔" دوسری طرف سے کہا گیا۔

اور پھر جلد ہی گومی کی آواز سنائی دی:

"ہیلو — گومی بات کر رہی ہوں — آپ فرزانہ ہیں —
انسپکٹر جمشید کی بیٹی۔"

"آپ نے ٹھیک پہچانا۔"

"اچھا — کہیے — کیسے فون کیا؟"

"کل آپ کے ہاں ایک بڑی دعوت دی جا رہی ہے۔"

"اوہ ہاں — لیکن میں اس دعوت کا کوئی کارڈ آپ کو نہیں
بھجوا سکوں گی — یہ معاملہ ڈیڈی کا ہے — دعوت کے لیے مجھے
صرف دس کارڈ دیے گئے تھے — اور وہ میں اپنی سہیلیوں کو پہلے
ہی دے چکی ہوں۔"

"آپ بالکل غلط سمجھیں — مجھے اس دعوت میں شریک ہونے
کی کوئی خواہش نہیں ہے۔" فرزانہ نے جل کر کہا۔

"تو پھر؟"

"میں تو آپ کو صرف یہ بتانا چاہتی ہوں کہ دعوت میں
خطرہ ہے — کسی کی جان کو خطرہ — لہٰذا آپ جیسے بھی ہو، اس
دعوت کو کینسل کرا دیں۔"

"یہ — یہ کیسے ہو سکتا ہے — تمام انتظامات ہو چکے ہیں۔"

"انتظامات کسی انسان کی جان سے زیادہ قیمتی نہیں ہو سکتے۔"

"اس سلسلے میں آپ ڈیڈی سے بات کریں۔" یہ کہہ کر اس نے فون بند کر دیا۔

"میں نے کہا تھا نا ابا جان — وہ بہت اکھڑ لڑکی ہے۔"

"خیر — کوئی بات نہیں۔"

"آخر وہاں کس کی زندگی کو خطرہ ہے؟"

"میرے کسی دوست کی زندگی کو۔"

"تو آپ اپنے دوستوں کو روک دیں وہاں جانے سے۔"

"کہہ چکا ہوں — خان رحمان نے جانے کا ارادہ چھوڑ دیا ہے۔ ڈی آئی جی صاحب پہلے ہی کسی مجبوری کی وجہ سے اس دعوت میں شریک نہ ہونے کا فیصلہ کر چکے ہیں — ڈی آئی جی صاحب وہاں جانے پر اس لیے مجبور ہیں کہ ان کی رشتہ داری میکن صاحب سے ہے — رہ گئے تمھارے پروفیسر انکل — ان سے بات کی تھی — وہ پروگرام کو کینسل نہیں کر رہے۔"

"لیکن کیوں؟" وہ ایک ساتھ بولے۔

"اس لیے کہ اس دعوت کے مہمانِ خصوصی وہ ہیں۔"

"کیا!!!" وہ ایک ساتھ چلائے۔

"اور مجھے خطرہ انھی کا ہے۔"

تو پھر چلیے — ان کے پاس چلتے ہیں — ان سے بات کرتے ہیں۔" فرزانہ نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"ہاں! یہ ٹھیک رہے گا۔" بیگم جمشید بولیں۔

"ٹھیک ہے — چائے وہیں پی لیں گے — آؤ — بیگم تم بھی چل رہی ہو۔"

"میرے ایسے نصیب کہاں کہ آپ مجھے بھی کہیں لے چلیں۔" انھوں نے بُرا سا منہ بنایا۔

"اوہو — یہ بات ہے، اچھا تو پھر آؤ — آج تم بھی ساتھ چلو۔"

"واہ! یہ ہوئی نا بات۔" بیگم جمشید خوش ہو گئیں۔

"بلکہ یوں مزا نہیں آئے گا۔"

"جیسے بھی آئے — آنا چاہیے۔" فاروق نے فوراً کہا۔

"میں خان رحمان کو فون کرتا ہوں — وہ بھی بیوی بچوں سمیت وہاں پہنچ جائیں۔"

"واہ! اس طرح تو واقعی مزا رہے گا — اور ہم سب مل کر پروفیسر انکل کو منا بھی لیں گے۔" فرزانہ بولی۔

"خیر یہ کام مشکل ہے۔" انسپکٹر جمشید نے ہنس کر کہا۔

"دیکھا جائے گا۔"

اور پھر وہ ایک ہی وقت میں تجربہ گاہ تک پہنچے — دروازے پر موجود فوجیوں نے انھیں راستا دے دیا — جانتے ہی تھے —

کہ پروفیسر داؤد کے گہرے دوست ہیں۔

اندر داخل ہوتے ہی انسپکٹر جمشید نے دبی آواز میں کہا:

"بس! ہم سب مل کر ان کے پیر پکڑ لیں گے۔"

"یہ ٹھیک رہے گا۔" وہ بولے۔

اندرونی دروازے پر دستک دی گئی تو شائستہ نے فوراً دروازہ کھولا:

"آہا — مزا آ گیا۔" وہ چلائی اور اندر دوڑ پڑی۔

یہ سب آگے بڑھے — ادھر سے پروفیسر داؤد چہکے:

"بھئی واہ! آج تو واقعی مزا رہے گا۔" وہ بولے۔

"السلام علیکم!" سب نے ایک ساتھ کہا۔

"وعلیکم السلام۔" شائستہ اور پروفیسر داؤد ایک ساتھ بولے۔

اور پھر سب نے نیچے بیٹھ کر پروفیسر داؤد کے پاؤں پکڑ لیے:

"ارے ارے — یہ — یہ — یہ کیا؟"

"جی بس وہی — آپ خود سمجھ جائیں۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"مم — میں — میں خود سمجھ جاؤں۔" وہ بوکھلا کر بولے۔

"جی ہاں — آپ خود سمجھ جائیں۔" خان رحمان بولے۔

"لیکن کیا سمجھ جاؤں — یہ بھی تو سمجھاؤں نا۔" وہ حیران ہو کر بولے۔

"بس آپ میکن ہاؤس کی دعوت میں شرکت نہ کریں۔"

"حد ہو گئی — ارے بھئی — کیسے نہ کروں — میں وہاں

مہمانِ خصوصی ہوں اور دوسرے یہ کہ وعدہ کر چکا ہوں۔"

"لیکن وہاں آپ کی زندگی کو خطرہ ہے۔"

"جمشید! موت اور زندگی تو خدا کے ہاتھ ہے — اگر میرا وقت آ چکا ہے تو کیا تم بچا لو گے مجھے — یا میں وہاں نہ جاؤں گا تو کیا موت سے بچ جاؤں گا — میں تو جہاں بھی ہوں گا، وہ وہاں پہنچ جائے گی۔"

"ہاں! بات یہی ہے۔" انسپکٹر جمشید نے فوراً ان کے پیر چھوڑ دیے۔ باقی لوگ بھی اٹھ کر کھڑے ہو گئے:

"لیکن ابا جان — یہ کس نے کہہ دیا کہ ہمیں حفاظتی انتظامات نہیں کرنے چاہییں — اور پروفیسر داؤد کا وہاں نہ جانا حفاظتی اقدام ہے۔"

"ہو گا — لیکن میں وہاں جاؤں گا۔"

"یہ تو ہم جانتے ہیں — آپ ضد کے بہت پکے ہیں — اصولوں کے بھی پکے ہیں — لیکن ایک بات کا تو آپ خیال کر سکتے ہیں یا نہیں؟" انسپکٹر جمشید نے کچھ سوچ کر کہا۔

"کس بات کا جمشید؟" انھوں نے چونک کر کہا۔

"اس ملک اور قوم کو آپ کی کتنی ضرورت ہے۔"

"کوئی فرق نہیں پڑتا — اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی دنیا میں ایک سے بڑھ کر ایک موجود ہیں۔"

"سُن لیا بھئی تم نے ان کا فیصلہ — یہی میں کہہ رہا تھا، لیکن ابھی انھوں نے میرا فیصلہ نہیں سُنا۔" انسپکٹر جمشید نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

"کیا مطلب — تمھارا فیصلہ — کون سا فیصلہ؟" ان کے لہجے میں حیرت تھی۔

"یہ کہ — آپ اس دعوت میں ضرور جائیں، لیکن ہمیں ساتھ لے کر جائیں — آپ مہمانِ خصوصی ہیں — دو چار آدمیوں کو تو ساتھ لے جا ہی سکتے ہیں۔"

"ضرور لے جا سکتا ہوں — میکن کچھ اعتراض نہیں کرے گا، لیکن میں یہ کام بھی اس کی اجازت لیے بغیر ہرگز نہیں کروں گا۔"

"اچھی بات ہے — آپ ان سے اجازت لے لیں۔"

"ابھی بات کرتا ہوں۔"

انھوں نے میکن ہاؤس کے نمبر ملائے، جلد ہی انھوں نے سردار میکن کی آواز سُنی:

"السلام علیکم سردار صاحب — پروفیسر داؤد بات کر رہا ہوں۔"

"آہا پروفیسر صاحب — کیا حال ہے — فرمائیے — کیسے یاد کیا؟"

"اللہ کا شکر ہے — میں ٹھیک ہوں — کل کی پارٹی میں میں اپنے چند دوستوں کو ساتھ لا سکتا ہوں؟"

"یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔" دوسری طرف سے شوخ آواز میں کہا گیا۔

"شکریہ بہت بہت۔"

"اور کوئی بات؟"

"جی نہیں — بس یہی بات تھی — خدا حافظ۔"

"خدا حافظ۔" دوسری طرف سے کہا گیا اور انھوں نے ریسیور رکھ دیا:

"دیکھا — انھیں کوئی اعتراض نہیں۔"

"چلیے ٹھیک ہے — ہم آپ کے ساتھ چلیں گے، لیکن ..."

"اب یہ لیکن کہاں سے ٹپک پڑا؟" پروفیسر داؤد مسکرائے۔

عین اس وقت فون کی گھنٹی بجی — پروفیسر داؤد نے فون کا ریسیور اُٹھایا تو سردار میکن کی آواز سنائی دی، وہ کہہ رہے تھے:

"لیکن پروفیسر صاحب! آپ نے یہ نہیں بتایا کہ آپ کن دوستوں کو ساتھ لا رہے ہیں؟"

شاکو

پروفیسر داؤد نے سوالیہ انداز میں ان کی طرف دیکھا:

"بتا دیں ہمارے نام۔" انھوں نے اشارے میں کہا۔

"میرے ساتھ انسپکٹر جمشید — اور ان کے بچے آئیں گے۔"

"میرا بھی یہی خیال تھا کہ یہ ٹانگ انسپکٹر جمشید نے اڑائی ہے — انھوں نے مجھے بھی فون کر کے پریشان کیا تھا۔" دوسری طرف سے ناخوش گوار انداز میں کہا گیا۔

"انسپکٹر جمشید دوسروں کو پریشان نہیں کرتے — بلکہ پریشانی سے بچانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔" پروفیسر داؤد نے ناخوش گوار انداز میں کہا۔

"خیر کوئی بات نہیں — آپ ان لوگوں کو ضرور ساتھ لائیں، مجھے کوئی اعتراض نہیں، لیکن انھیں چاہیے کہ یہ رنگ میں بھنگ نہ ڈالیں — میں نے سنا ہے — یہ لوگ جہاں بھی جاتے ہیں — وہاں بدمزگی ضرور ہوتی ہے۔"

"اس بدمزگی میں ہاتھ ان کا نہیں ہوتا۔" پروفیسر داؤد نے جل کر کہا۔

"ہو سکتا ہے، یہی بات ہو، لیکن — بدمزگی ہوئی تو ان کی وجہ سے ہے۔"

"پتا نہیں — بہرحال یہ لوگ میرے ساتھ آئیں گے — اگر آپ کو یہ پسند نہیں تو آپ مہمانِ خصوصی کسی اور کو بلا لیں۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے — یہ دعوت تو دی ہی آپ کے اعزاز میں ہے میں نے۔"

"آپ کا شکریہ!"

اور دوسری طرف سے فون کا ریسیور رکھ دیا گیا — پروفیسر داؤد نے سوالیہ انداز میں ان کی طرف دیکھا:

"کیا خیال ہے جمشید؟"

"پہلے آپ یہ بتائیں — آپ کا اس دعوت میں شرکت کرنے کا ارادہ ہے؟"

"کیا مطلب؟" وہ چونکے۔

"کیا آپ کوئی حفاظتی انتظام کر کے جائیں گے — مثلاً کیا آپ کے جسم پر بلٹ پروف لباس ہو گا؟"

"نہیں تو — میں نے پہلے کبھی ایسا کیا ہے کہ اب کروں گا۔"

"لیکن ان حالات میں تو آپ کو ایسا کر لینا چاہیے۔"

"نہیں — میں بُلٹ پروف لباس پہن کر نہیں جاؤں گا۔"

"آخر کیوں؟" وہ ایک ساتھ بولے۔

"اس کا نقصان یہ ہے کہ میری بجائے کوئی اور گولی کا نشانہ بنے گا، کیونکہ گولی اچٹ کر کسی اور کو لگے گی — قاتل کو یا کسی اور مہمان کو — لیکن میں نہیں چاہتا کہ میری بجائے کوئی اور گولی کا نشانہ بنے — لہٰذا نہ تو میں بلٹ پروف لباس پہنوں گا، نہ لہروں کا جال اپنے گرد لے کر جاؤں گا۔"

"حد ہو گئی — پھر ان ایجادات کا فائدہ کیا ہے انکل۔" محمود نے جھلا کر کہا۔

"قوم اور ملک کو فائدہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟" پروفیسر مسکرائے۔

"لیکن اپنی ہی ایجاد سے آپ خود فائدہ نہ اٹھائیں — یہ کس قدر عجیب بات ہو گی۔"

"میں اپنی جگہ کسی اور کو مرتے نہیں دیکھ سکتا — بس — یہ آخری فیصلہ ہے — اگر تم لوگ میرے ساتھ جانا چاہتے ہو تو ضرور چلو — لیکن میں بلٹ پروف لباس میں نہیں جاؤں گا اور نہ اس دعوت کو کینسل کروں گا۔"

"اچھی بات ہے — آپ نے ہماری آج کوئی بات نہیں مانی — لیکن میری درخواست ہے — ایک بات ضرور مان لیں۔"

"اور وہ کیا؟" پروفیسر داؤد نے چونک کر کہا۔

"وہ بات، میں آپ کے کان میں بتا سکتا ہوں — اس لیے کہ دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں — ارے — یہ — یہ آپ کے آتش دان پر پھولوں کا گل دان کیسا ہے — یہ ہم نے پہلے تو کبھی نہیں دیکھا۔"

"پتا نہیں — ایک دو دن پہلے یہ کوئی صاحب لائے تھے۔" پروفیسر داؤد الجھن کے عالم میں بولے۔

"ایک منٹ۔" یہ کہہ کر وہ اٹھے اور اس گل دان تک پہنچے، اس میں مصنوعی پھول لگائے گئے تھے — انھوں نے پھول نکال کر اس کو الٹ دیا — اس میں سے ایک سفید ٹیکہ سی نکل کر آتش دان پر گر پڑی:

"ارے! یہ کیا؟" وہ بولے۔

"آپ دیکھیں اس کو — اور یاد کریں — یہ گل دان کون لے کر آیا تھا۔"

"میں — پہلے اس کو چیک کر لوں — آخر میرے آلات نے اس کی موجودگی کی خبر کیوں نہیں دی — ایسی چیز کی آمد کا تو مجھے فوراً پتا چل جاتا ہے۔"

"اسی لیے میں کہہ رہا تھا کہ آپ دعوت کا پروگرام کینسل کر دیں۔"

"یہ نہیں ہو سکتا۔" انھوں نے کہا اور اس ٹیکہ کو اٹھا کر

اندرونی کمرے میں لے گئے ۔۔۔ واپس لوٹے تو ان کی آنکھوں میں حیرت ہی حیرت تھی ۔۔۔

"حیرت انگیز جمشید۔"

"جی کیا فرمایا ۔۔۔ میں حیرت انگیز۔" وہ حیران ہو کر بولے۔

"ہاں! تم بھی کم حیرت انگیز نہیں ہو، لیکن اس وقت میں اس آلے کی بات کر رہا ہوں ۔۔۔ ہماری اس وقت تک ہونے والی تمام گفتگو سُنی جا چکی ہے۔"

"لیکن اس آلے کا پتا آپ کے آلات نے کیوں نہیں دیا؟"

"اسی کمال کی بات کر رہا تھا ۔۔۔ اس میں یہی کمال ہے کہ جدید ترین آلات بھی اس کی موجودگی کا پتا نہیں بتا سکتے۔"

"اوہ نہیں۔" وہ دھک سے رہ گئے۔

"فی الحال میں نے اس کو بے کار کر دیا ہے اور ہم آزادانہ بات کر سکتے ہیں۔"

"جی نہیں! ہم اب بھی آزادانہ بات نہیں کر سکتے ۔۔۔ اگر ان کے پاس ایسے آلات ہیں جن کا پتا آپ کے آلات کو نہیں چلتا، تب ہماری کوئی بات راز نہیں رہ جائے گی ۔۔۔ ہاں ایک ترکیب ہے ۔۔۔ اور وہ یہ کہ ہم بات چیت لکھ کر کریں۔"

"ٹھیک ہے۔"

اب انھوں نے لکھ کر بات شروع کی:

"میری ایک تجویز ہے ۔۔۔ اگر آپ مان لیں۔" انسپکٹر جمشید نے لکھا۔

"بتاؤ ۔۔۔ میں کوشش کروں گا کہ مان لوں، کیونکہ آج میں نے تمھاری اور تمام باتوں کو ماننے سے انکار کر دیا ہے۔" یہ کہتے ہوئے وہ مسکرائے۔

"ہاں! یہی بات ہے۔" انسپکٹر جمشید فوراً بولے۔

اب انھوں نے وہ بات لکھ کر دی ۔۔۔ ان کی تجویز پڑھ کر وہ اچھل ہی تو پڑے ۔۔۔ عین اس وقت فون کی گھنٹی بجنے لگی ۔۔۔

○

"ہاں! کچھ اندازہ کیا ۔۔۔ میکن ہاؤس گئے تھے؟"

"یس باس ۔۔۔ میں وہاں کا چکر لگا چکا ہوں۔"

"بہت خوب! پھر کیا اندازہ لگایا؟"

"یہ کہ یہ کام میرے لیے ذرا بھی مشکل نہیں۔"

"بہت خوب ۔۔۔ تب پھر تمھارے آزاد ہونے کا وقت قریب آ گیا ہے۔"

"پتا نہیں، کیا بات ہے باس ۔۔۔ مجھے یقین نہیں آ رہا۔"

"کل آ جائے گا ۔۔۔ میکن ہاؤس سے فراغت ہو کر تم سیدھے یہاں آؤ گے ۔۔۔ یہاں تمھاری فائل موجود ہو گی ۔۔۔ لیکن

صرف اس صورت میں جب پروفیسر داؤد کو ہلاک کرنے میں
تم کامیاب ہو جاؤ — اگر ناکام رہے تو اس صورت میں نہ
تمھیں فائل ملے گی، نہ آزادی۔"

"اس فائل کے بغیر میں کسی آزادی کو آزادی سمجھ بھی
نہیں سکتا۔"

"فائل صرف پروفیسر داؤد کی موت کی صورت میں ملے گی"

"یہ کام تو میں کر ہی دوں گا، لیکن ایک بات سمجھ میں
نہیں آئی۔"

"اور وہ کیا؟"

"آپ پروفیسر داؤد کو کیوں ہلاک کروانا چاہتے ہیں؟"

"میں کہہ چکا ہوں — ایسے سوالات کے جواب نہیں دے سکتا"

"آپ کون ہیں — آپ کا نام کیا ہے؟"

"نہیں بتا سکتا۔"

"کیا سردار میکن سے بھی آپ کا کوئی تعلق ہے؟"

"اگر تعلق نہ ہوتا — تو مجھے کیوں اس دعوت میں بلایا جاتا۔"

"کیا مطلب؟" چونک کر کہا گیا۔

"میرا سردار میکن سے دوستانہ تعلق ہے — اور اس دعوت
میں میں بھی موجود ہوں گا — میں تمھاری کارگزاری خود دیکھوں
گا — اور ہاں میں نے تمھیں اس وقت خبردار کرنے کے

لیے بلایا ہے۔"

"جی — خبردار کرنے کے لیے — لیکن کس چیز سے؟"

"انسپکٹر جمشید بھی پروفیسر داؤد کے ساتھ اس دعوت میں
شرکت کر رہے ہیں۔"

"یہ خبر اگرچہ میرے لیے اچھی نہیں — پھر بھی آپ
فکر نہ کریں، میں اپنا کام کر گزروں گا۔"

"اور مجھے تم سے امید بھی یہی ہے — ویسے تم اس کام
سے فارغ ہو کر کہاں جانے کا ارادہ رکھتے ہو؟"

"بتا نہیں سکتا — فائل مل گئی تو یہیں کہیں رہ لوں گا، نہ
ملی تو بہت دور چلا جاؤں گا۔"

"فائل تمھیں مل جائے گی — تم فکر نہ کرو۔"

"شکریہ! کیا اب میں جا سکتا ہوں؟"

"ہاں! یہ ہماری آخری ملاقات ہے — اگر تم ناکام رہے
تو انسپکٹر جمشید کے ہاتھوں گرفتار ہو جاؤ گے، لہٰذا میری تمھاری ملاقات
نہیں ہو سکے گی — کامیاب ہو گئے تو پھر فائل یہاں پڑی مل
جائے گی اور تم غائب ہو سکو گے۔"

"پتا نہیں، کیا ہونے والا ہے اور کیا ہو گا — میں کچھ
پریشانی سی محسوس کر رہا ہوں — دعوت میں اگر انسپکٹر جمشید
نہ ہوتے تو اچھا تھا — میں اس شہر میں اگر ڈرتا ہوں تو

ان سے۔"

"اور اس کے بچوں سے؟"

"وہ ایک ہی بات ہے — بچے بھی کم خطرناک نہیں ہیں
اچھا میں چلا۔"

وہ اس عمارت سے باہر نکل آیا — مڑ کر ایک نظر
اس عمارت کی طرف دیکھا — وہ سوچ رہا تھا — کیا وہ کبھی
اس عمارت میں آخری بار آئے گا — یا ابھی اس شخص کی مزید
کرنا ہو گی —

ابھی خیالات میں غرق چلا جا رہا تھا کہ کوئی اس سے ٹکرا
گیا — وہ گھبرا گیا — وہ اس شخص کو اچھی طرح پہچانتا تھا
اس نے بھی مڑ کر اس کی طرف دیکھا اور زور سے چونک اٹھا

"ارے سنو۔" وہ اس کی طرف جھپٹا۔

"ہاں جی — کیا بات ہے؟" اسے رکنا پڑا۔

اب دونوں آمنے سامنے تھے —

"تم نے حلیہ ضرور تبدیل کر رکھا ہے، لیکن میں نے تمہیں
پہچان لیا ہے — تم شاکو ہو۔"

"اور آپ سب انسپکٹر اکرام ہیں — میں نے بھی درست پہچانا
ہے نا؟" وہ مسکرایا۔

"ہاں! لیکن میں نے تمہیں پندرہ سال بعد میک اپ میں

دیکھا ہے — جب کہ میں اپنی اصل شکل صورت میں ہوں۔"

"یہی بات ہے جناب۔" شاکو نے کہا۔

"آج کل کیا کر رہے ہو — پندرہ سال کہاں رہے؟"

"میں ایک شخص کی ملازمت کر رہا ہوں۔" اس نے کہا۔

"اس کا نام؟"

"فاروق نیازی۔"

"یہ شخص کیا کرتا ہے؟"

"زمیندار ہے — اس کی زمینوں کی دیکھ بھال کرنا اور حساب
کتاب کرنا — بس اتنا کام ہے میرا تو۔"

"چلو اچھا ہے — جرائم سے تو بچے ہوئے ہو — ہاں تو
یہ فاروق نیازی کہاں رہتے ہیں؟"

"ایک دیہات میں — نادر آباد ہے دیہات کا نام —
آج شہر میں اس کے کام سے آنا پڑا، ورنہ میں نے تو شہر
آنا تک چھوڑ دیا ہے، کیونکہ اس شہر میں بہرحال مجھے پہچاننے
والے موجود ہیں۔" اس نے جلدی جلدی بتایا۔

"یہ ٹھیک ہے — ایک منٹ ذرا میں یہ نام وغیرہ نوٹ کر
لوں۔" اکرام نے کہا اور کاغذ قلم جیب سے نکال کر لکھنے لگا۔

"لیکن جناب! اس کی کیا ضرورت ہے؟"

"ضرورت ہے بھئی — تم پندرہ سال بعد اچانک کیوں

دکھائی دیے — اس سے پہلے کیوں نظر نہیں آئے؟" اکرام نے چبھتے ہوئے انداز میں کہا۔

"بتایا تو ہے — دیہات میں رہتا رہا ہوں۔" اس نے منہ بنایا۔

اتنے میں اکرام نوٹ کر چکا تھا۔

"ٹھیک ہے — اب تم جا سکتے ہو — لیکن ایک بات نوٹ کر لو — اگر تم کسی اور جگہ مجھے نظر آئے تو میں خیال کروں گا، تم کسی چکر میں ہو — اس صورت میں میں تمہاری باقاعدہ نگرانی شروع کرا دوں گا۔"

"ضرور کرا دیجیے گا — مجھے کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔"

اور وہ آگے بڑھ گیا — اکرام اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا، پھر اس نے اپنی جیپ کی طرف دوڑ لگا دی — جیپ میں بیٹھ کر وہ اس طرف آیا، جس طرف شاکو گیا تھا — لیکن کافی دور تک نکل آنے کے بعد بھی شاکو اسے کہیں نظر نہ آیا — اس کا مطلب تھا — وہ پیچھے ہی کسی سڑک پر مڑ گیا تھا — اس کی الجھن بڑھ گئی — اس نے فوراً کالج کے ایک پروفیسر کو فون کیا — وہ جغرافیے کا ماہر تھا:

"سب انسپکٹر اکرام بات کر رہا ہوں سر — ہمارے شہر کے آس پاس کوئی گاؤں نادر آباد ہے؟"

"نادر آباد — نہیں بالکل نہیں — آس پاس تو کیا — اس نام کا کوئی گاؤں پورے ملک میں نہیں ہے۔"

"اوہ! بہت بہت شکریہ۔"

یہ کہہ کر اس نے فون بند کر دیا — اب اس کی جیپ دفتر کی طرف اڑی جا رہی تھی — جلد ہی وہ دفتر کے ریکارڈ روم میں تھا — اس نے شاکو کی فائل نکالی اور جلدی جلدی اس کے ورق الٹنے لگا —

فائل کے آخری صفحے پر اس کی نظریں رک گئیں — اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے —

نوٹ

انھوں نے ریسیور اٹھایا تو اکرام کی آواز سنائی دی:

"السلام علیکم سر — میں نے شاکو کو دیکھا ہے۔"

"شاکو کو دیکھا ہے — لیکن کہاں؟"

"نصیر روڈ پر — میں نے اسے پہچان کر روک لیا تھا — اس سے بات چیت کرنے کے بعد میں نے اسے جانے دیا۔"

"یہ تم نے کیا کیا — ہاتھ آیا شکار چھوڑ دیا۔" انسپکٹر جمشید چلّائے۔

"مجھے اتنا معلوم تھا کہ پندرہ سال پہلے وہ جیل سے رہا ہو گیا تھا — اس کے بعد وہ آج نظر آیا تھا — درمیانی عرصے میں اس کے بارے میں کبھی کچھ سننے میں نہیں آیا — لہٰذا سوالات پوچھ کر میں نے اسے جانے دیا — لیکن اس کے جانے کے بعد جب میں نے اس کے جوابات کی تصدیق کی تو وہ غلط نکلے — دوڑ کر دفتر آیا، اس کی فائل نکالی اور پڑھا — اس کے بارے میں آخری صفحے پر آپ کا نوٹ پڑھ کر میرے پیروں تلے سے

زمین نکل گئی — کاش یہ نوٹ میں نے پہلے پڑھا ہوتا۔"

"خیر کوئی بات نہیں — وہ سوالات اور جوابات سناؤ — جو تم دونوں کے درمیان ہوئے۔"

اکرام نے ساری بات دہرا دی۔

"اس کی تلاش میں تمام سادہ لباس والوں کو لگا دو — اس کا نظر آنا خطرے کی علامت ہے — وہ ضرور کوئی بھیانک وار — ارے —" وہ کہتے کہتے رک گئے — ان کی آنکھوں میں خوف پھیل گیا۔

"کیا ہوا سر؟"

"تم سادہ لباس والوں کی ڈیوٹی لگا کر یہیں آ جاؤ اکرام اور ہاں! توحید احمد کو بھی یہیں لے آنا — وہ اپنے ماتحتوں کو لے کر آئے۔"

"جی اچھا — کیا کوئی خطرہ محسوس کر رہے ہیں آپ؟"

"بہت زبردست — جلدی کرو۔"

انھوں نے ریسیور رکھ دیا — محمود، فاروق اور فرزانہ کی سوالیہ نظروں کو دیکھ کر انھوں نے شاکو کے بارے میں انھیں بتا دیا۔

"کیا یہ کوئی خطرناک آدمی ہے؟"

"نہیں — بالکل نہیں۔"

"تب پھر ایسی کیا بات ہے کہ آپ اس کا نام سن کر پریشان ہو گئے؟"

"پورے ملک میں اس سے بہتر نشانے باز کوئی نہیں۔ نشانے بازی کے ان گنت مقابلے جیت چکا ہے۔"

"کیا مطلب — کیا یہ شخص آپ سے اور انکل کامران مرزا سے بھی زیادہ ماہر نشانے باز ہے؟"

"ہمارا اور اس کا کبھی مقابلہ نہیں ہوا، لہٰذا کچھ نہیں کہا جا سکتا — تم اس وقت ہمیں درمیان میں نہ لاؤ۔" وہ مسکرائے۔

"لیکن — وہ نوٹ کیا ہے — جو آپ نے اس کی فائل کے آخر میں لکھا ہے؟"

"اس شخص کو جہاں دیکھا جائے — گولی مار دی جائے۔"

"یہ کیا بات ہوئی — بغیر جرم کے اسے گولی کس طرح ماری جا سکتی ہے؟"

"اس کا ایک جرم میرے علم میں ہے — اور اس کا مکمل ترین ثبوت بھی میرے پاس ہے اور وہ نوٹ میں نے صدر صاحب کی اجازت سے لکھا ہے — میں نے اس کے جرم کا ثبوت انھیں دکھایا تھا۔"

"اور وہ جرم کیا تھا ابا جان؟"

"یہ بات میں نے ابھی تک کسی کو نہیں بتائی — اگر یہ راز

عام کر دیا جاتا تو پھر وہ کبھی نظر نہ آتا — وہ نوٹ بھی صرف اکرام کے لیے لکھا تھا — یا اس صورت میں کہ اچانک میری موت واقع ہو جائے یا میں کسی مہم میں کام آ جاؤں — تو اس صورت میں نئے انسپکٹر کو یہ بات معلوم ہو جائے۔"

"آخر وہ راز کیا ہے؟"

"ابھی نہ پوچھو — صبر کرو — انتظار کرو — اور ہاں پروفیسر صاحب! آپ نے کیا سوچا ہے؟"

"م — میں کیا کر سکتا ہوں جمشید — جو تم کہو گے، کروں گا۔"

"پہلی بات تو میں یہ چاہتا ہوں — کہ آپ اس دعوت میں جائیں ہی نہ — اور اگر جانا ہی ہے تو میری ترکیب کے مطابق جائیں۔" انھوں نے جلدی جلدی کہا۔

"مجھے تمھاری ترکیب منظور ہے، لیکن جانے سے میں نہیں رہ سکتا۔"

"چلیے خیر۔" وہ بولے۔

اور پھر اکرام بھی وہاں پہنچ گیا —

"سنو اکرام — میرا خیال ہے — سر داؤد لیکن کی دعوت میں شاکو سے کام لیا جائے گا — اور اسی لیے اسے بلایا گیا ہے، یا وہ پہلے سے شہر میں تھا — لیکن کسی خفیہ جگہ رہ رہا ہو گا — اسے بہرحال یہ معلوم نہیں کہ اس کے کسی جرم کا مجھے

یا ایک دو ازد آدمیوں کو پتا ہے۔"

"یہ بہت اچھی بات ہے، لیکن اس کے باوجود — اس نے مجھ سے جھوٹ بولا — اپنی رہائش غلط بتائی، تاکہ ہم اس تک نہ پہنچ سکیں — آخر اسے ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی؟" اس نے کہا۔

"چور کے دل میں ہر وقت چور بیٹھا اسے ڈراتا رہتا ہے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"سوال یہ ہے کہ اب ہم کیا کریں؟"

"تم ان تینوں کو ساتھ لے کر میکن ہاؤس جاؤ — وہاں کا جائزہ لو — اور دیکھو کہ کیا گڑبڑ ہو سکتی ہے — یا کس انداز میں اور کس رخ سے وہاں گڑبڑ کی جا سکتی ہے۔"

"جی بہتر — سادہ لباس والوں کو میں نے شاکو کا حلیہ بتا دیا ہے اور وہ اس کی تلاش میں شہر میں پھیل گئے ہیں۔"

"ٹھیک ہے — کل صبح تک اگر وہ نہیں ملتا تو پھر کل دوپہر سے بھی پہلے تم میکن ہاؤس کو گھیرے میں لے لینا۔"

"آپ فکر نہ کریں — ہم اسے اندر داخل نہیں ہونے دیں گے۔"

"وہ میک اپ میں ہوگا اور اس کے پاس ضرور دعوتی کارڈ ہوگا — شاید وہ کسی بڑے آدمی کا ہوگا۔"

"لیکن سر — ہم کسی کو روک کر اس کا میک اپ تو چیک نہیں

کر سکیں گے۔" اکرام نے بوکھلا کر کہا۔

"ہاں! یہ الجھن ہے — خیر — اگر تم اسے صاف طور پر نہ پہچان سکو تو دخل اندازی نہ کرنا — میں بھی اندر موجود ہوں گا اور میک اپ کے باوجود اسے پہچان لوں گا۔"

"کیا آپ کی بھی دعوت ہے؟"

"نہیں — لیکن مجھے جانا ہوگا — مہمانِ خصوصی اپنے ساتھ کئی آدمیوں کو لے جا سکتے ہیں، لہٰذا ان کئی آدمیوں کی صورت میں ہم ساتھ جائیں گے۔"

"اوہ اچھا۔" اکرام مسکرایا۔

"اوہ ہاں — توحید احمد کو ساتھ نہیں لائے تم۔"

"جی وہ میرے ساتھ آیا ہے — باہر موجود ہے۔"

"اسے تجربہ گاہ کی نگرانی کا کام سونپ دو — کہیں یہ دشمن کی دوہری چال نہ ہو — ایک طرف وہ پروفیسر صاحب کو اس دعوت میں ختم کرنے کی کوشش کریں، دوسری طرف ان کی تجربہ گاہ کو کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش نہ کریں۔"

"اچھی بات ہے — میں توحید احمد کو سمجھا دیتا ہوں۔" یہ کہہ کر اکرام اٹھ گیا، اس کے ساتھ وہ تینوں بھی اٹھے — لیکن عین اس وقت فون کی گھنٹی بجی — انھوں نے ریسیور اٹھایا تو آئی جی صاحب گھبرائی ہوئی آواز میں کہہ رہے تھے:

"غضب ہو گیا جمشید۔"

"اللہ اپنا رحم فرمائے — جلدی بتائیے — کیا ہوا ہے؟" وہ گھبرا گئے۔

"کل کی دعوت میں صدر صاحب بھی تشریف لا رہے ہیں۔"

"کیا!!!" وہ چلا اٹھے۔

"اس بات کا پتا مجھے ابھی ابھی لگا ہے — صدر صاحب نے ہی فون پر بتایا ہے — اور حفاظتی اقدامات کے لیے کہا ہے۔"

"اور آپ نے ان سے کچھ نہیں کہا۔" وہ بولے۔

"نہیں — میں کیا کر سکتا تھا بھلا۔" آئی جی بولے۔

"یہ کہ وہ وہاں جانے کا پروگرام نہ بنائیں — ہم تو پروفیسر صاحب کو نہیں روک پائے — اب کیا انھیں جا کر سمجھائیں گے۔"

"میں کیا کر سکتا ہوں۔" آئی جی صاحب کی آواز سنائی دی۔

"لیکن سر — یہ کیسے ہو سکتا ہے — صدر صاحب کی موجودگی میں پروفیسر صاحب مہمان خصوصی کس طرح ہو سکتے ہیں۔"

"بھئی تقریب کے صدر صدر صاحب ہوں گے — مہمان خصوصی پروفیسر صاحب — اس میں کیا غلط بات ہے۔"

"ہوں — خیر — لیکن اب میرا خوف اور بڑھ گیا ہے۔"

"اللہ اپنا رحم فرمائے — اب تو مجھے بھی ڈر لگنے لگا ہے۔"

"تو پھر آپ میکن صاحب کو سمجھائیں نا — وہ اس دعوت کو

کینسل کر دیں۔"

"اب اس مرحلے پر وہ کس طرح مانیں گے۔"

"لیکن صدر صاحب کو تو روکا جا سکتا ہے۔"

"کیا تم پروفیسر صاحب کو روکنے میں کامیاب ہو گئے ہو جمشید؟" انھوں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"نہیں سر — بالکل نہیں۔" وہ مسکرائے۔

"تب پھر میں کس طرح روک سکتا ہوں انھیں۔"

"اس کا مطلب ہے — یہ دعوت ہو کر رہے گی اور اس میں پروفیسر صاحب اور صدر صاحب شرکت کر کے رہیں گے۔"

"یہی بات ہے۔"

"تب پھر اب ہمیں خود ہی بچاؤ کے انتظامات کرنا ہوں گے۔" انھوں نے گویا ہتھیار ڈالتے ہوئے کہا۔

"ہاں بالکل — اچھا جمشید — اللہ حافظ۔"

"اللہ حافظ۔" یہ کہتے ہوئے انھوں نے فون بند کر دیا۔

"ہم چلتے ہیں سر۔"

"ٹھیک ہے — محمود، فاروق اور فرزانہ تم رات وہیں رہو گے — اور جاگ کر گزارو گے — اکرام تم بھی۔"

"آپ فکر نہ کریں سر۔"

وہ باہر جانے کے لیے مڑے ہی تھے کہ انسپکٹر جمشید

کی آنکھوں میں خوف پھیل گیا — وُہ چونک کر بولے :

"اکرام ! یہ آج ہو کیا رہا ہے ؟"

"کیوں سر ! کیا ہوا ؟" وہ چونک کر مڑا۔

"ہم کیا پروگرام بنا رہے ہیں اور دشمن کا کیا پروگرام ہے۔"

"کیا مطلب ؟"

"مطلب یہ کہ وُہ ہماری ہر بات کو ساتھ ساتھ معلوم کرتا جا رہا ہے۔"

"وُہ کیسے سر ؟"

"پہلے مرحلے پر یہاں پروفیسر صاحب کے آتش دان پر ایک گل دان سے ٹیکہ ملی — اس کے ذریعے بات چیت باہر کہیں سُنی جا رہی تھی — ہم نے اس کو بے کار کر دیا اور لکھ کر بات چیت شروع کی — اب تم آئے ہو تو تم بھی ایک عدد آلہ چپکائے پھر رہے ہو — گویا شاکو کو اب یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ ہم اس کا ایک عدد خوفناک راز جانتے ہیں، اب شاید سامنے نہ آئے۔"

"لیکن — میں کیا چیز چپکائے پھر رہا ہوں ؟"

"اپنے پستول کی پیٹی کے نچلی طرف دیکھو — وہاں ایک بہت ننھا سا سیاہ رنگ کا بٹن چپکا ہوا ہے — اور یہ بٹن ضرور شاکو نے ملاقات کے وقت چپکایا ہے۔"

"نن نہیں" — اکرام زور سے چلایا۔

وُہ بندھا ہوا ہے

"سر ! مجھے افسوس ہے — ایک بار پھر مجھے یہاں آنا پڑا — کام خراب ہوتا نظر آتا ہے۔"

"کیا مطلب ؟" چونک کر کہا گیا۔

"سر — میں آپ سے مُلاقات کر کے جا رہا تھا کہ راستے میں سب انسپکٹر اکرام سے آمنا سامنا ہو گیا۔"

"اور اس نے تمھیں اس میک اَپ میں پہچان لیا ؟"

"ہاں سر — آخر وہ انسپکٹر جمشید کا نائب ہے۔"

"یہ اچھا نہیں ہوا — خیر — اب تم دوسرا میک اَپ کرو۔"

"لیکن سر — بات یہیں پر ختم نہیں ہو گئی — اس نے مجھ سے سوالات کیے، جن کے مجھے جوابات دینا پڑے اور وہ جوابات بالکل غلط دیے ہیں میں نے۔"

"تم نے اچھا کیا، تم درست جواب دے بھی کس طرح سکتے تھے۔" کہا گیا۔

"لیکن اب جب اسے پتا چلے گا کہ میں نے یہ بات غلط بتائی ہے تو وہ شہر میں میری تلاش شروع کر دے گا۔"

"اوہ ہاں اور اگر کل سے پہلے تم پکڑے گئے تو یہ کام درمیان میں رہ جائے گا — چھڑا تو میں بعد میں بھی لوں گا — لیکن یہ کام ضروری ہے — اس لیے تم کل تک کے لیے یہاں بند ہو کر رہ جاؤ۔"

"او کے باس — میں بھی یہی سوچ رہا تھا — دوسری بات — میں نے سب انسپکٹر اکرام کے پستول کی پیٹی سے کالا بٹن چپکا دیا تھا — اس کی مدد سے میں ان کی بات چیت سنتا رہا ہوں — انھیں یہ شک ہو چکا ہے کہ سردار میکن کی دعوت میں گڑبڑ ہو گی اور یہ تک اندازہ ہو چکا ہے کہ پروفیسر داؤد کو نشانہ بنایا جائے گا۔"

"اوہ نہیں — آخر یہ اندازے انھوں نے کس طرح لگا لیے۔"

"ان کی ذہانت لوگوں کو حیرت میں ڈال دیتی ہے۔"

"یہ بات نہیں — تم نے ان سے فون پر رابطہ کیا ہو گا۔" باس نے اسے گھورا۔

"نن نہیں باس! ایسی کوئی بات نہیں۔"

"جھوٹ نہ بولو شاکو۔"

"باس! میں آپ سے جھوٹ بول سکتا ہوں بھلا۔"

"بالکل بول سکتے ہو — بلکہ بول رہے ہو۔" باس نے ہنس کر کہا۔

"آپ یہ بات اس قدر یقین سے کس طرح کہہ رہے ہیں۔"

"میں اور بھی بہت سی باتیں اسی قدر یقین سے کہہ سکتا ہوں — بہرحال تم نے ضرور انسپکٹر جمشید سے بات کی ہے۔"

"آپ یقین کریں باس! میں نے یہ کام ہرگز نہیں کیا۔"

"میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ تم اس قدر سفید جھوٹ مجھ سے بولو گے۔" باس غرایا۔

"اوہو باس! میں کہہ چکا ہوں نا — کہ میں نے انسپکٹر جمشید سے فون پر بات نہیں کی۔"

"ایک منٹ!" باس نے ہاتھ اٹھا کر اسے خاموش رہنے کے لیے کہا اور میز کے پائے میں لگا ایک بٹن دبا دیا — فوراً ہی کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک سیاہ فام پہلوان نما آدمی اندر داخل ہوا — اس کو دیکھ کر وہ کانپ گیا:

"شاکو کو جانتے ہو؟"

"یس باس!" سیاہ فام نے ادب سے جھک کر کہا۔

"آج کل میں انھوں نے انسپکٹر جمشید کو فون تو نہیں کیا؟"

"کیا تھا باس۔" سیاہ فام نے کہا۔

"کیا" وہ اچھل پڑا۔

"فون پر ہونے والی گفتگو سنا دو جنگو"۔

سیاہ فام نے جیب سے ایک ننھا سا ٹیپ ریکارڈر نکال کر اس کا بٹن دبا دیا — شاکو نے انسپکٹر جمشید کو فون پر کچھ کہا تھا، وہ گفتگو سنائی دینے لگی — اور ساتھ ساتھ شاکو کا رنگ زرد پڑتا چلا گیا۔

"ٹھیک ہے — کوئی اور ثبوت چاہتے ہو شاکو؟"

"نہیں باس! میں معافی چاہتا ہوں"۔

"اس کا وقت تو اب گزر چکا شاکو"۔

"بب — باس — مجھے معاف کر دیں — میرا دماغ خراب ہو گیا تھا"۔

"جنگو — صرف ایک جھٹکا ہلکا سا — یہ میرا بہت پرانا وفادار تھا — پہلی بار غداری کی ہے اس نے — میں چاہتا ہوں اسے زیادہ تکلیف نہ ہو"۔

"نن نہیں — بب — باس — باس"۔

کڑک کی ایک آواز گونجی — سیاہ فام کے دائیں ہاتھ کی ہڈی اس کی گردن پر پڑی تھی — وہ تختے کی طرح فرش پر گرا اور ساکت ہو گیا:

"تہ خانے میں پھینک دو — اور اب اس کے حصے کا کام

تم کرو گے"۔

"میں نے تو پہلے بھی اپنی خدمات پیش کی تھیں باس — آپ مانے ہی نہیں"۔

"اس میں کوئی شک نہیں جنگو کہ شاکو جیسا نشانے باز دنیا میں ملنا بہت مشکل ہے — تم اس کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہو — لیکن طاقت ور ہونے میں تمہارا جواب نہیں — ایک ہاتھ سے گردن کی ہڈی توڑ دینے میں تم اس قدر ماہر ہو کہ کیا کوئی ہو گا — لیکن اب تمہارے رنگ کا مسئلہ بھی ہے — تم مہمانوں میں نہیں کھپ سکو گے — ایک منٹ ٹھہرو — اس مسئلے کا حل میں ابھی تلاش کر دیتا ہوں"۔

یہ کہہ کر باس نے کسی کے نمبر ملائے:

"ہیلو پاشا — پتا کرو — سردار میکن کی دعوت کا انتظام کون سے ہوٹل کے سپرد کیا گیا ہے اور کیا اس ہوٹل کے بیروں میں کوئی بیرا سیاہ فام بھی ہے"۔

"دو منٹ بعد آپ فون کر کے معلوم کر لیں باس"۔ دوسری طرف سے کہا گیا۔

"او کے"۔ اس نے کہا اور ریسیور رکھ دیا۔

دو منٹ بعد اس نے پھر فون کیا تو دوسری طرف سے پاشا نے کہا:

"باس — کنگ ہوٹل کے ذمّے انتظامات ہیں۔ اس کا مالک خود سوڈانی ہے — تمام بیرے سیاہ فام ہیں۔"

"بہت خوب! مزا آگیا — میں جنگو کو بھیج رہا ہوں۔ اسے ان بیروں میں شامل کرنا اب تمھارا کام ہے۔ کیا خیال ہے — اس سلسلے میں کوئی دقّت تو نہیں ہو گی۔"

"نہیں باس! یہ بھی کوئی کام ہے — ہوٹل کا مالک مجھ سے بہت خوف کھاتا ہے — میں اس کی کئی کمزوریوں سے واقف ہوں۔ اور پھر جنگو تو ہر ماہ اس سے رقم بھی بٹورتا ہے۔"

"بہت خوب! اسی لیے مجھے تم بہت پسند ہو۔"

"تھینک یو باس۔"

اور اس نے فون کا ریسیور رکھ دیا — تھوڑی دیر بعد سیاہ فام سوڈانی ہوٹل کنگ کی طرف جا رہا تھا — اس سے پہلے وہ شاکو کی لاش کو ٹھکانے لگا چکا تھا۔

○

اکرام کی سٹی اس بٹن کو دیکھ کر گم ہو گئی — ایسے میں انسپکٹر جمشید بولے:

"اب شاکو کی تلاش فضول ہے اکرام۔"

"جی — کیا فرمایا؟"

"چھوڑو اس بات کو — شاکو اب شاید تمھیں نظر نہیں آئے گا — تم میرے ساتھ آؤ — پروفیسر صاحب آپ بھی آئیں — تاکہ ہم اپنے پروگرام پر عمل کر لیں — کیونکہ یہ پروگرام ہم نے لکھ کر طے کیا تھا — اس کی سن گن ان لوگوں کو نہیں لگی — مطلب یہ کہ اس پر عمل کیا جا سکتا ہے۔"

"اور ہم — ہم کیا کریں؟"

"تمھارے لیے کرنے کا ایک کام ہے — بہت اہم کام۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"اور وہ کیا کام ہے؟"

"بتا دیا تو مزا کیا رہے گا — خود سوچو — وہ کیا کام ہے اور شروع ہو جاؤ — ہمارے پاس وقت بہت کم ہے، اس سازش کا جال بہت دُور دُور تک پھیلا ہوا ہے — خان رحمان البتہ تمھارے ساتھ رہیں گے۔"

"لیکن ابا جان! آخر ہم اس طرح کیا اندازہ لگا سکتے ہیں۔"

"ارے ہاں! پروفیسر صاحب کو تو میں اندرونی حصّے میں اپنے ساتھ لے جا رہا ہوں — پھر بھلا تم کیا شروع کر سکتے ہو، خیر پندرہ منٹ کے لیے ہم ٹھہر جاتے ہیں — یہ لو بیٹھ گئے — اب سوچو — میں تم سے کیا چاہتا ہوں۔"

"آپ ہم سے کیا چاہتے ہیں — یہ ہم سوچیں — کمال ہے
آبا جان — یہ کام بھی آپ ہی کیوں نہیں کر لیتے۔" فاروق بوکھلا
"کون سا کام؟" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔
"یہی — سوچنے کا کام۔" فاروق نے فوراً کہا۔
"بھئی مجھے سوچنے کی کیا ضرورت ہے — میں تو جانتا ہوں
انھوں نے بُرا سا منہ بنایا۔
"تو پھر آپ ہمیں بتا دیں کہ آپ ہم سے کیا چاہتے ہیں
تاکہ ہم فوراً یہ کام شروع کریں — آپ نے خود کہا ہے کہ ہمارے
پاس وقت بہت کم ہے اور اس سازش کا جال بہت دور تک
پھیلا ہوا ہے — تو پھر وقت کیوں نہ بچایا جائے۔" محمود نے
جلدی جلدی کہا۔
"مشکل تو یہی ہے — اس طرح مزا نہیں آئے گا۔" وہ
انداز میں مسکرائے۔
"تو کیا — مزے کے بغیر کام نہیں چلے گا۔" فرزانہ کے
میں حیرت تھی۔
"نہیں — مزے کے بغیر مزا نہیں آئے گا۔" وہ بولے۔
"یار جمشید — اب تم بھی بالکل ان کے رنگ میں بات کر رہے
ہو۔" خان رحمان بولے۔
"ہاں واقعی — کہیں ان تینوں کی روحیں ایک ساتھ تو مجھ میں

حلول نہیں کر گئیں۔"
"نہیں — نہیں۔" فاروق گھبرا گیا۔
"اوہو — ان باتوں میں اصل بات رہ جائے گی — بھئی تم
تینوں اب سوچ بھی لو۔" پروفیسر داؤد جھلا اٹھے۔
"شاید یہ پہلا موقع ہے انکل — کہ آپ ہماری باتوں پر جھلائے
ہیں۔" فرزانہ نے حیران ہو کر کہا۔
"تمھاری باتوں پر نہیں — معاملے کی سنگینی پر۔"
"اوہ ہاں! اچھا تو پھر ہم سوچ چکے ہیں۔" فرزانہ شوخ انداز
میں مسکرائی۔
"کک — کیا کہا — سوچ چکے ہیں — لیکن کب — اس وقت
سے اس وقت تک مسلسل تو بولتے چلے جا رہے ہو۔"
"بس بولتے بولتے سوچ لیجیے۔" محمود نے کہا۔
"اچھا تو پھر بتاؤ — کیا چاہتا ہوں میں؟"
"آپ چاہتے ہیں — ہم صرف یہ معلوم کرنے کی کوشش کریں
کہ گل دان میں ٹیکہ یہاں تک کیسے پہنچائی گئی۔"
"ویری گڈ — اسی لیے میں نے کہا تھا کہ پروفیسر صاحب کو بھی
یہاں چند منٹ کے لیے رکنا پڑے گا — کیونکہ اس بارے میں
پہلے تو انھی سے پوچھنا ہو گا — ہاں پروفیسر صاحب — آپ
بتائیں — گل دان کون لایا تھا؟"

"یہی تو مشکل ہے"۔ پروفیسر داؤد نے پیشانی پر ہاتھ مارا۔

"کون سی مشکل؟" وہ ایک ساتھ بولے۔

"مجھے یاد نہیں آ رہا — گل دان کون لایا تھا"۔

"ارے باپ رے — یہ تو آپ کو یاد کرنا ہی ہوگا"۔ فاروق نے بوکھلا کر کہا۔

"لیکن کیسے — سوال تو یہ ہے"۔

"اس کی آسان ترین ترکیب میں بتا دیتا ہوں — ہر ملاقاتی کا نام آپ کا کلرک اپنے رجسٹر میں درج کرتا ہے — ان چند دنوں میں دیکھ لیتے ہیں — کون کون ملاقاتی آیا ہے"۔

"لیکن کتنے دنوں میں؟"

"آپ کے ہاں کون سا ملاقاتیوں کی لائن لگی رہتی ہے — کہ..."

عین اس وقت دروازے پر دستک ہوئی — وہ چونک اٹھے، پہلے انھوں نے سوالیہ انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا، پھر پروفیسر داؤد مسکرا کر بولے:

"یہ عثمان ہے"۔

"اوہ اچھا — آپ کا نیا اسسٹنٹ — آجائیں بھئی"۔

ایک سانولے رنگ کا شرمیلا سا نوجوان اندر داخل ہوا:

"مم — معاف کیجیے"۔ وہ ہکلایا۔

"کر دیا معاف — بات کرو عثمان"۔ پروفیسر داؤد نے برا سا

منہ بنایا۔

"میں بتا سکتا ہوں — گل دان کون لایا تھا"۔

"کیا کہا — تم بتا سکتے ہو — بھئی واہ — مزا آ گیا — جلدی بتاؤ"۔

"شرمان صاحب — کالے سوٹ والے"۔

"اوہ — ہاں — یاد آیا — ایم ڈی شرمان صاحب ملاقات کے لیے آئے تھے — دو دن پہلے کی بات ہے غالباً، کیوں عثمان — دو دن پہلے کی بات ہے نا؟"

"جی نہیں — تین دن پہلے کی بات — یہ گل دان ان کے ہاتھ میں تھا"۔

"ہاں! انھوں نے کہا تھا — یہ وہ میرے لیے تحفہ لائے ہیں، مجھے ایسی چیزوں سے کوئی دلچسپی نہیں — لہٰذا میں نے بے خیالی میں کہہ دیا تھا کہ تو پھر آپ اپنے ہاتھ سے اس کو آتش دان پر رکھ دیں"۔

"چلیے ٹھیک ہے — آپ یہ بتائیں — یہ شرمان صاحب ہیں کون — ہم تو یہ نام زندگی میں پہلی بار سن رہے ہیں"۔

"ہمارے نئے پڑوسی — ایک ہفتہ پہلے ہی اس علاقے میں آئے ہیں — تجربہ گاہ سے چند قدم کے فاصلے پر جو نئی کوٹھی تعمیر ہوئی ہے — وہ کرائے پر لی ہے انھوں نے"۔

"بہت خوب! یہ تو کام بہت آسان نکل آیا — لو بھئی محمود — تم ان لوگوں کو ساتھ لے کر کام شروع کرو — ہم اپنا کام شروع کرتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے — لیکن یہ خیال رہے — دشمن یہ جاننے کی پوری کوشش کرے گا کہ آپ کا پروگرام کیا ہے۔"

"کرتا رہے — ہمیں اس کی پروا نہیں — وہ اپنی چال چلے گا — ہم اپنی — چال کا مقابلہ چال سے ہو گا — دیکھنا یہ ہے کہ کس کی چال بھاری پڑتی ہے۔"

"آپ کافی پُرسکون لگ رہے ہیں — کیا اس کی بھی کوئی خاص وجہ ہے۔" محمود نے بغور ان کی طرف دیکھا۔

"ہاں! اب ہم یہ جانتے ہیں کہ مجرم کس کے ذریعے کام لینے والا ہے — وہ کسی بھی قسم کے میک اپ میں ہو — ہم اس کو پہچان لیں گے۔"

"بہت خوب! تو پھر ہم چلے۔"

چاروں تجربہ گاہ سے باہر نکل آئے — عثمان بھی ان کے پیچھے چلا آیا:

"جناب کیوں آ رہے ہیں ہمارے ساتھ ساتھ؟"

"یہ بتانے کے لیے کہ شرمان صاحب کون سی کوٹھی میں رہتے ہیں۔" وہ مسکرایا۔

"ہوں ٹھیک ہے — چلیے پھر بتائیے۔"

اس نے اشارہ کیا اور وہ اس کوٹھی کی طرف چل پڑے — عثمان وہیں کھڑا رہ گیا — وہ کوٹھی کے دروازے پر پہنچے ہی تھے کہ ایک خونخوار کتے کی آواز نے ان کے دل ہلا دیے — انھیں یوں لگا جیسے کتا اُن پر حملہ کرنے کو ہے —

"وہ بندھا ہوا ہے — ڈرنے کی ضرورت نہیں۔"

ایک آواز نے انھیں چونکا دیا —

آسان شکار

انھوں نے دیکھا ، فرزانہ کی عُمر کی ایک لڑکی ان کے سامنے کھڑی تھی — دروازہ پہلے ہی کُھلا تھا — چند سیکنڈ تک وہ اپنی بڑی بڑی آنکھوں سے انھیں دیکھتی رہی ، پھر بولی :

" ڈیڈی سے ملنے کے لیے آئے ہیں ؟"

" کیا آپ کے ڈیڈی کا نام شرمان ہے ؟"

" بالکل یہی نام ہے میرے ڈیڈی کا۔"

" شکریہ ! ہمیں انھیں سے ملنا ہے۔"

" لیکن — مجھے افسوس ہے — آپ آج اور کل ان سے نہیں مل سکتے — وہ شہر سے باہر گئے ہوئے ہیں — دو دن بعد آئیں گے۔"

" مشکل یہ ہے کہ ہم ان سے صرف اور صرف آج اور اسی وقت ملنا چاہتے ہیں۔" محمود نے منہ بنایا۔

" لیکن میں آپ کو بتا چکی ہوں — وہ شہر سے باہر ہیں۔"

اس نے منہ بنایا۔

" تو فون پر ان سے بات کرا دیں۔"

" اور ہم آپ کے لیے اتنا فون خرچ کیوں برداشت کریں — میرے ڈیڈی ملازمت کرتے ہیں — ملازم پیشہ لوگ اپنی تنخواہوں کے مطابق زندگی گزارتے ہیں۔" اس نے جلدی جلدی کہا۔

" فون کا بل ہم ادا کریں گے۔"

" اوہ اچھا — تو پھر آئیے — میں بات کرا دیتی ہوں۔" اس نے شوخ انداز میں کہا۔

وہ انھیں اندر لے آئی — اندر کُتّا کہیں نظر نہ آیا — کوٹھی درمیانے سے درجے کی تھی — ڈرائنگ روم میں انھیں بٹھانے کے بعد اس نے فون پر نمبر ملائے اور سلسلہ ملنے پر بولی :

" ڈیڈی — شمیلہ بات کر رہی ہوں — کچھ لوگ آپ سے ابھی اور اسی وقت ملنا چاہتے ہیں ، لہٰذا آپ کو فون کرنا پڑا۔" یہ کہہ کر وہ رُکی ، پھر دوسری طرف کی بات سُن کر بولی :

" ہاں ڈیڈی ! آپ فکر نہ کریں — فون کال کے پیسے وہ ادا کر کے جائیں گے۔"

پھر دوسری طرف کی بات سُن کر اس نے ریسیور ان کی طرف بڑھا دیا — محمود نے ریسیور لیا اور بولا :

"جناب شہزان صاحب — آپ کو زحمت دینے کی معافی چاہتے ہیں ہم لوگ — آپ چند دن پہلے پروفیسر داؤد صاحب کے ہاں گئے تھے — ایک عدد گل دان لے کر؟"

"ہاں! بالکل گیا تھا — ہم یہاں نئے نئے آئے ہیں نا، لہٰذا آس پاس والوں سے ملاقات کرتا رہتا ہوں — آپ کون ہیں اور کس سلسلے میں فون کیا ہے؟"

"اسی گل دان کے سلسلے میں — میں محمود احمد بات کر رہا ہوں — محکمہ سراغ رسانی سے تعلق ہے میرا۔"

"محکمہ سراغ رسانی — کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ ہم ایک سلسلے میں تفتیش کر رہے ہیں — آپ ایک گل دان لے کر ان کے ہاں گئے تھے۔"

"جی ہاں! یہ میری عادت ہے، کسی کے ہاں جاتا ہوں تو کوئی تحفہ ضرور لے کر جاتا ہوں۔"

"بہت خوب! آپ نے آس پاس کے اور پڑوسیوں سے بھی ملاقاتیں کی ہیں؟"

"جی نہیں — ابھی پروفیسر صاحب سے ہی ملاقات کی تھی کہ مجھے سرکاری طور پر ادھر بھیج دیا گیا — یہاں چند دن کا کام ہے — واپس آ کر ملاقاتوں کا سلسلہ شروع کروں گا۔"

"اوہ اچھا — وہ گل دان آپ نے کہاں سے خریدا تھا؟"

"یہ تو مجھے معلوم نہیں — گھر کے ملازم کے ذریعے بازار سے منگوایا تھا۔"

"کیا مطلب — کسی کو دینے کے لیے آپ نے تحفہ ملازم کے ذریعے منگوایا تھا؟" محمود نے چونک کر کہا۔

"ہاں! یہی بات ہے — میرے ملازم کی پسند بہت اچھی ہے۔" دوسری طرف سے ہنس کر کہا گیا۔

"ملازم نے گل دان لا کر آپ کو دیا — کیا آپ اسی وقت گل دان لے کر چلے گئے تھے؟"

"نہیں — گل دان صبح کے وقت منگوایا تھا اور میں لے کر گیا تھا شام کے وقت۔"

"بہت خوب — اس کا مطلب ہے — گل دان کافی دیر تک آپ کے گھر میں رہا۔"

"بات کیا ہے — کیا کوئی چکر ہے اس گل دان میں؟"

"گل دان میں سے ایک بہت قابلِ اعتراض چیز ملی ہے — اس قدر کہ آپ گرفتار بھی ہو سکتے ہیں۔"

"ارے باپ رے — وہ کیا چیز ہے؟"

"یہ تو ہم ابھی نہیں بتائیں گے۔"

"میں ایسی کسی چیز کے بارے میں کچھ نہیں جانتا — آپ جرمن سے بات کر لیں۔"

"یہ جرمن صاحب کون ہیں؟"

"میرا گھریلو ملازم — آپ ریسیور میری بیٹی کو دیں۔"

"ابھی نہیں — ہماری بات پوری نہیں ہوئی — آپ کون سے محکمے میں ملازم ہیں؟"

"محکمہ جنگلات میں سیکنڈ آفیسر ہوں — ایم ڈی شرمان میرا پورا نام ہے۔"

"شکریہ! آپ جلد یہاں آ جائیں — فی الحال ہم آپ کے ملازم جرمن سے بات کرتے ہیں۔"

"لیکن وہ چیز کیا ہے — جو گل دان سے ملی ہے؟"

"نہیں بتا سکتے فی الحال۔" محمود نے کہا اور فون لڑکی کو دے دیا۔

اس نے بات سن کر ریسیور رکھ دیا اور ان سے بولی:

"آئیے میں آپ کو جرمن سے ملا دوں۔"

"اس کی ضرورت نہیں — آپ ملازم کو یہیں بلا لیں۔" محمود نے منہ بنایا۔

"اوہ ہاں — معاف کیجیے۔" اس نے شرما کر کہا اور پھر باہر نکل گئی — جلد ہی ایک غیر ملکی نوجوان کے ساتھ اندر داخل ہوئی:

"آپ جرمن ہیں؟" محمود نے پوچھا۔

"یس!" اس کے ہونٹ ہلے۔

"آپ جرمنی کے رہنے والے ہیں؟"

"نو۔"

"مسٹر شرمان نے گل دان آپ کے ذریعے بازار سے منگوایا تھا؟"

"یس!" اس نے کہا۔

"شاید آپ بہت مختصر بات کرنے کے عادی ہیں۔"

"یس!" اس نے کہا۔

"کہیں یہ حضرت اردو نہ سمجھتے ہوں؟" فاروق نے منہ بنایا۔

"ایسی بات نہیں، میں اردو اچھی طرح سمجھ اور بول سکتا ہوں۔" اس نے پہلی بار لمبا جواب دیا۔

"اچھی بات ہے — آپ نے گل دان میں کوئی چیز رکھی تھی؟"

"ہاں! پھول۔" اس نے کہا۔

"پھولوں کے نیچے؟" فاروق نے سرد لہجے میں کہا۔

اس نے چونک کر اس کی طرف دیکھا، پھر خود بھی سرد لہجے میں بولا:

"میں آپ کا ملازم نہیں — آرام سے بات کریں۔"

"اوہ ہاں واقعی — خیر — تو آپ نے گل دان میں کوئی چیز نہیں رکھی؟"

"بتایا تو ہے — پھول رکھے تھے۔"

"میں پھولوں کے علاوہ کسی چیز کی بات کر رہا ہوں۔" محمود جھلا اٹھا۔

"نہیں — اور کچھ نہیں رکھا۔" اس نے انکار میں سر ہلایا۔

"کیا ہم ایک فون کر سکتے ہیں؟"

"شہر سے باہر ایک فون آپ پہلے ہی کر چکے ہیں — ابھی آپ نے اس کا بل بھی نہیں ادا کیا۔" لڑکی بولی۔

"جانے سے پہلے دے کر جائیں گے — فکر نہ کریں۔"

اور پھر محمود نے فون پر نمبر ملائے — سلسلہ ملنے پر اس نے اس جگہ کا پتا بتا کر ریسیور رکھ دیا —

"یہ کیا — آپ نے تو صرف پتا بتایا ہے — کہا تو کچھ بھی نہیں ہے۔"

"میں نے فون پر بتایا ہے کہ ہم کہاں ہیں۔"

"اس کی ضرورت کیا تھی؟"

"ہم یہاں خطرہ محسوس کر رہے ہیں۔"

"اوہو اچھا — کمال ہے۔" وہ شوخ آواز میں بولی۔

"انکل ہوشیار — یہ صاحب ہمارے خلاف کوئی کارروائی شروع کرنے والے ہیں۔" محمود چلا اٹھا۔

"ہاں! میں بھی یہی محسوس کر رہا ہوں — بلکہ میری چھٹی حس مجھ سے کہہ رہی ہے — یہاں سے نکل جاؤ۔"

"تو پھر آئیے، چلے چلتے ہیں — اچھا جناب! ہم چلتے ہیں۔"

"بس! یہی کچھ پوچھنا تھا — ٹھیک ہے — آپ تشریف

لے جا سکتے ہیں — یہاں آپ کو کوئی خطرہ نہیں، آپ لوگ بلاوجہ ڈر رہے ہیں۔" اس نے مسکرا کر کہا۔

انھوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا، پھر محمود نے سر ہلا دیا اور بولا:

"آپ کا شکریہ — آئیے انکل چلیں۔"

وہ انھیں ڈرائنگ روم سے نکلتے ہوئے دیکھتا رہا — اچانک ان پر ایک جال آ کر گرا — وہ اس میں الجھ کر رہ گئے — انھوں نے جال سے نکلنے کے لیے جلدی جلدی ہاتھ پیر مارے، لیکن جال ان کے گرد کستا چلا گیا، ایسے میں خان رحمان چلائے:

"محمود! اپنا چاقو نکالو۔"

"اوہ ہاں انکل۔"

یہ کہہ کر محمود جھکا اور ایڑی میں سے چاقو نکال لیا — لیکن اس سے پہلے کہ وہ چاقو کھول کر جال کاٹتا — کمرے کا فرش کسی ڈھکنے کی طرح نیچے گر گیا اور انھیں نیچے بہت گہرائی سی محسوس ہوئی — اندھیرا بھی تھا — اس لیے وہ صاف اندازہ نہ لگا سکے کہ نیچے کس قدر گہرائی ہے۔ اب جال لٹک رہا تھا — وہ جال میں تھے اور اگر چاقو سے جال کو کاٹا جاتا تو پھر وہ نیچے گرتے —

"ہاں ہاں — شوق سے کاٹو جال — ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔"
جرمن کی آواز سنائی دی۔

"یہ سب کیا ہے — یہ تم لوگ کیا کر رہے ہو؟"

"وہی جو ہمیں کرنا چاہیے — اب انسپکٹر جمشید ہونے والی واردات کو بھول جائیں گے — اور تمھاری تلاش میں نکل کھڑے ہوں گے — اور یہی ہم چاہتے ہیں — وہ تمھاری تلاش میں مارے مارے پھرتے رہیں۔" جرمن کی آواز گونجی۔

"تم احمق ہو — وہ سیدھے اِدھر آئیں گے۔"

"اس عمارت میں تو تم انھیں ملو گے نہیں، کیونکہ..."
وہ کہتے کہتے رُک گیا۔

"کیونکہ کیا؟" محمود نے فوراً کہا۔

"کچھ نہیں — ہر بات بتانے والی نہیں ہوتی۔"

"کوئی پروا نہیں — تم لوگوں کا انجام بہت نزدیک ہے۔"

"دیکھتے ہیں — کس کا انجام نزدیک ہے۔" وہ ہنسا — ایسے میں انھوں نے شمیلہ کی آواز سنی:

"میرا تو خیال تھا، یہ لوگ بہت مشکل سے قابو میں آئیں گے، لیکن یہ تو بہت آسان شکار ثابت ہوئے ہیں۔"

"جب کہ ہم نے ان کی بہت شہرت سنی ہے — لیکن یہ تو کچھ بھی نہ نکلے۔" جرمن کی ہنسی ان کے کانوں میں زہر گھولنے لگی۔

عین اُس وقت گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی:

"یہ ضرور انکل اکرام ہیں — یا پھر دفتر کا کوئی اور آدمی —"
محمود بولا۔

"اللہ کرے ایسا ہی ہو۔" فاروق نے کہا۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی جال نیچے کی طرف چلا — رسی یک دم چھوڑ دی گئی تھی — وہ دھڑام سے فرش پر گرے — ان کے سر کے اُوپر کمرے کا فرش برابر ہو گیا:

"جلدی کرو محمود — اب تو جال کاٹ دو۔"

محمود نے چاقو کی مدد سے جال کو تار تار کر دیا — ساتھ ہی انھیں اپنے دماغ پھٹتے محسوس ہوئے — وہاں انسانی جسموں کے گلنے سڑنے کی بے تحاشہ بُو پھیلی ہوئی تھی:

"اُف مالک! اس بُو میں تو ہم زیادہ دیر زندہ نہیں رہ سکیں گے۔"

"جلدی کرو — یہاں سے نکلنے کا کوئی نہ کوئی راستا ضرور ہو گا۔"

وہ دیواروں کی طرف دوڑے — اندھیرے میں دیواریں ٹٹول ٹٹول کر راستا تلاش کرنے لگے — ایسے میں فاروق کے دونوں ہاتھ کسی گول چیز سے ٹکرائے:

"ارے باپ رے — یہ — یہ — یہ کیا؟"
اس کی کپکپاتی آواز سنائی دی —

Uploaded for:
www.urdufanz.com
By: SHJ3

یہ کون ہیں

توحید احمد نے ایم ڈی شرمان کی کوٹھی کے دروازے کی گھنٹی کا بٹن دبایا تو کتے کے بھونکنے کی آواز سنائی دی — آواز دل ہلا دینے والی تھی:

"ارے باپ رے — دروازہ کھلتے ہی اگر یہ ہم پر آ پڑا؟"
توحید احمد گھبرا گیا۔

"سر! آپ کتوں سے ڈرتے ہیں؟" ایک کانسٹیبل ہنسا۔

"ہاں! میں کتوں سے ڈرتا ہوں — تم نہیں جانتے — بہت بہت خوف ناک کتے ہوتے ہیں۔"

اسی وقت ایک لڑکی کی آواز سنائی دی:

"میں دروازہ کھول رہی ہوں — آپ کو گھبرانے کی ضرورت نہیں — کتا بندھا ہوا ہے۔"

"اوہ بہت بہت شکریہ۔" توحید احمد خوش ہو گیا — بندھے ہوئے کتوں سے اسے ذرا ڈر نہیں لگتا تھا۔

وہ اپنے کانسٹیبلوں سمیت اندر داخل ہو گیا:

"ارے یہ کیا — آپ پولیس والے ہیں؟"

"ہاں! تھوڑی دیر پہلے ہمیں یہاں سے فون کیا گیا تھا — ہمارے انسپکٹر صاحب کے بچے اندر موجود ہیں — ہمیں ان تک پہنچا دیں۔"

"آپ کو ضرور کوئی غلط ہو گئی ہے — ہمارے ہاں تو کوئی نہیں آیا۔"

"اوہو اچھا — پھر تو میں معافی چاہتا ہوں — آؤ بھئی چلیں۔" توحید احمد نے کہا اور باہر جانے کے لیے مڑ گیا۔

"یہ — یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں سر — آپ کو اندر کی تلاشی تو لینی چاہیے۔" ایک کانسٹیبل نے بھنا کر کہا۔

"ہاں ہاں — ضرور لیں تلاشی — ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔"

"نہیں — اس کی ضرورت نہیں۔" توحید احمد مسکرایا۔

"لیکن کیوں ضرورت نہیں سر؟" ایک کانسٹیبل تلملا کر بولا۔

"اوہو — تم آؤ۔" توحید احمد نے کہا اور باہر نکل گیا۔ کانسٹیبل بھی اس کے پیچھے باہر نکل آئے، لیکن ان کے منہ پھولے ہوئے تھے —

"یہ آپ نے کیا کیا سر؟"

"اور میں کیا کرتا؟" توحید احمد نے انھیں گھورا۔

"آپ اندر کی تلاشی لیتے — آخر محمود صاحب نے آپ کو یہیں سے فون کیا تھا۔"

"پہلی بات تو یہ کہ ہمارے پاس تلاشی کے وارنٹ نہیں ہیں، اگر ہم انھیں اندر سے برآمد نہ کر سکے تو اُلٹا ہم پر مقدمہ بنے گا — دوسری بات یہ کہ محمود صاحب نے یہاں سے فون کیا تھا — اور فون خطرے کا تھا — اشارہ یہ تھا کہ وہ اس کوٹھی میں پھنس گئے ہیں — اگر وہ یہاں پھنس گئے ہیں تو ہم کیا چیز ہیں — ہم تو فوراً پھنس جائیں گے، تو کیوں نہ تلاشی سے پہلے ہم انسپکٹر صاحب سے بات کر لیں۔"

"واقعی انسپکٹر صاحب — آپ ہم سے زیادہ عقل مند ہیں — تو پھر کریں فون۔"

توحید احمد نے جیپ میں لگے فون کے ذریعے انسپکٹر جمشید کے گھر کے نمبر ملائے — وہاں سے انھیں پتا چلا کہ تجربہ گاہ میں ہیں، اب اس نے تجربہ گاہ کے نمبر ملائے — تجربہ گاہ سے فوراً ہی انسپکٹر جمشید کی آواز سنائی دی:

"سر — توحید احمد بات کر رہا ہوں — محمود، فاروق اور فرزانہ صاحبان ایم ڈی شرمان کی کوٹھی میں پھنس گئے ہیں، انھوں نے مجھے فون کیا تھا — میں یہاں پہنچا ہوں تو دروازہ

ایک لڑکی نے کھولا — اور اس کا کہنا ہے کہ یہاں کوئی نہیں
ہے — اب، میرے لیے کیا حکم ہے؟"

"تو کیا اس وقت تم کوٹھی سے باہر ہو؟" انسپکٹر جمشید بولے۔

"بس سر — لڑکی کی بات سن کر میں نے خطرہ محسوس کیا اور
باہر نکل آیا — تاکہ پہلے آپ کو بتا دوں۔"

"تم نے بالکل ٹھیک کیا — عقل مند ہو — چند سادہ لباس
والوں کو بلا لو — انھیں کوٹھی کے آس پاس خفیہ طور پر نگرانی کرنے
کی ہدایات دو — اس کے بعد تم دوبارہ کوٹھی میں داخل ہو کر
اس کی تلاشی لو۔"

"لیکن سر — میرے پاس وارنٹ نہیں ہیں۔" اس نے گھبرا
کر کہا۔

"وارنٹ کے لیے سادہ لباس والوں سے کہہ دو — وہ لیتے
آئیں گے۔"

"او کے سر۔" اس نے کہا اور دوسری طرف فون رکھ دیا گیا۔
توحید احمد نے یہی کیا — جلد ہی سادہ لباس والے پہنچ
گئے — ان سے وارنٹ لے کر اور انھیں نگرانی کی ہدایات دے
کر وہ پھر دروازے پر پہنچا اور گھنٹی بجائی — فوراً ہی پھر
خوف ناک کتے کی آواز سنائی دی۔

"ارے باپ رے — کیا اس گھنٹی کی آواز کا تعلق کتے

سے ہے؟"

"جی نہیں — گھنٹی میں ہی کتے کی آواز شامل ہے — یہاں
کوئی کتا نہیں ہے۔" لڑکی نے ہنس کر کہا۔

"ہائیں — لیکن پہلے تو آپ نے بتایا تھا کہ کتا بندھا
ہوا ہے۔"

"مذاق کیا تھا۔" ان الفاظ کے ساتھ ہی دروازہ کھل گیا۔

"تو آپ آنے والوں سے مذاق کرتی ہیں۔"

"اوہ نہیں — بس وہ جملہ مذاق میں بول گئی تھی۔"

"اچھا محترمہ — ہمیں آپ کی کوٹھی کی تلاشی لینا ہے۔"

"تت — تلاشی — لیکن کیوں؟"

"ہمارے آفیسر کے بچے یہاں آئے تھے — انھوں نے
ہمیں یہاں سے فون کیا تھا اور پہنچنے کی ہدایات دی تھیں — انھوں
نے اشاروں میں یہ بھی کہا تھا کہ وہ خطرہ محسوس کر رہے ہیں، لیکن
آپ کا کہنا ہے کہ یہاں کوئی نہیں ہے — لہٰذا ہم تلاشی
لیں گے۔"

"ڈیڈی تو گھر میں ہیں نہیں — صرف میں ہوں یا گھر کا ایک ملازم،
ٹھہریے میں اسے بلا کر لاتی ہوں۔" اس نے کہا اور جانے کے
لیے مڑی —

"جی نہیں — اگر گھر میں آپ کے اور ملازم کے سوا کوئی

نہیں ہے تو پھر ہم آپ کے ساتھ چلیں گے۔"

"اوہ اچھا! آئیے — لیکن کیا آپ کے پاس تلاشی کے وارنٹ ہیں؟"

"بالکل ہیں — یہ رہے۔" اس نے ہاتھ میں پکڑا ہوا کاغذ لہرا دیا۔

"آئیے پھر۔" وہ بولی۔

توحید احمد اپنے ساتھیوں کے ساتھ اندر کی طرف چلا۔ ایک میں اس کے اٹھتے قدم رک گئے:

"اوہو — یہ — یہ رہے پاؤڈر کے ذرات۔" اس نے چونک کر کہا۔

"پاؤڈر کے ذرات — کیا مطلب؟" لڑکی نے چونک کر کہا۔

"ہاں پاؤڈر کے ذرات — آپ فوراً بتا دیں — وہ لوگ کہاں ہیں؟"

"کون لوگ؟" لڑکی نے منہ بنایا۔

"وہی — ہمارے آفیسر کے بچے — محمود، فاروق اور فرزانہ صاحبان۔" توحید احمد نے کہا۔

"میں نے بتایا تو ہے — وہ یہاں نہیں ہیں — یہاں آئے ہی نہیں تو ہو کیسے سکتے ہیں۔"

"لیکن پاؤڈر کے ذرات کا پھر یہاں کیا کام؟"

"پتا نہیں آپ کیا کہہ رہے ہیں — میرے ہاتھوں کو پاؤڈر لگا ہوا تھا — جب آپ نے گھنٹی بجائی — میں نے ہاتھ جھاڑے تو یہ ذرات یہاں گر گئے۔"

"جی نہیں — یہ آپ کے ہاتھوں سے نہیں — فاروق صاحب کے رومال سے گرائے گئے ہیں اور فاروق صاحب نے یہ خود گرائے ہیں۔"

"کیا مطلب؟" وہ چونک اٹھی۔

"کیا بات ہے بے بی صاحبہ۔" ایک آواز نے انہیں چونکا دیا۔ سامنے دیکھا تو ایک غیر ملکی کھڑا تھا — اس کی آنکھوں میں دیکھنے سے توحید احمد کو خوف کا احساس ہوا — اس کی آنکھوں میں کوئی بات تھی۔

"یہ پولیس والے ہیں — ان کا کہنا ہے کہ یہاں کسی انسپکٹر جمشید کے بچے آئے تھے، لیکن مسٹر جرمن یہاں تو کوئی بھی نہیں آیا۔"

"بالکل نہیں آیا۔" اس نے فوراً سر ہلایا۔

"اب یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ وہ یہاں آئے تھے — ابھی ابھی ان محترمہ نے انسپکٹر جمشید کے بچے کہا ہے — جب کہ میں نے اپنے آفیسر کا نام نہیں لیا تھا — اس کا مطلب ہے — آپ لوگ انہیں جانتے ہیں یا پھر انھوں نے اپنا تعارف اس نام سے کرایا ہو گا — اور دوسرا ثبوت یہ پاؤڈر کے ذرات

ہیں — فاروق صاحب کی یہ خاص عادت ہے کہ اپنے رومال پر کچھ
پاؤڈر چھڑک کر اس کو تہ کر کے جیب میں رکھ لیتے ہیں — جہاں
کہیں خطرہ محسوس کرتے ہیں — ایک چھینک ماریں گے اور رومال نکال
کر جھٹک دیں گے — پاؤڈر رومال سے نیچے گر جاتا ہے —
اور اس طرح ہم جان جاتے ہیں کہ وہ اس جگہ آئے تھے۔"

"خیر — آپ تلاشی لے لیں — میں کہہ چکی ہوں — کہ وہ یہاں
نہیں آئے — اور یہ ذرات میرے ہاتھوں سے گرے ہیں۔"

"اور آپ نے انسپکٹر جمشید کا نام کیسے لے دیا؟"

"میرے منہ سے یہ نام نکل گیا بس۔"

"اچھا آپ ہمارا وقت ضائع نہ کریں — ہمیں تلاشی لینے دیں۔"
توحید احمد نے بُرا سا منہ بنایا۔

"ٹھیک ہے — شوق سے لیں۔"

انھوں نے پوری کوٹھی کی اچھی طرح تلاشی لی، لیکن ان
لوگوں کا کہیں پتا نہ چلا — آخر وہ مایوسانہ انداز میں جانے
کے لیے مڑے:

"میں نے کہا تھا نا — وہ یہاں نہیں ہیں۔" لڑکی نے طنزیہ انداز
میں کہا —

"ہاں — آپ نے یہ کہا تھا — لیکن میری بات بھی سُن لیں —
وہ یہاں آئے ضرور آئے تھے — ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ آ کر جا

چکے ہوں — یا پھر اندر ہی کہیں قید کر دیے گئے ہوں۔"

"تب پھر آپ ایک بار پھر تلاشی لے لیں۔" جرمن نے طنزیہ
انداز میں کہا۔

اور پھر وہ باہر نکل آئے —

"اب بتاؤ — کیا کریں؟" توحید احمد نے تھکے تھکے انداز
میں کہا —

"انسپکٹر صاحب کو فون۔"

"اوہ ہاں!" وہ بولا —

اتنے میں سادہ لباس والے بھی نزدیک آ گئے:

"کیا رہا؟" ایک نے پوچھا۔

"وہی ڈھاک کے تین پات — وہ لوگ اندر نہیں ہیں، لیکن
ان کے آنے کے آثار ضرور موجود ہیں۔"

"تب پھر انسپکٹر صاحب کو فون کرنا بہتر ہوگا۔"
توحید احمد نے پھر تجربہ گاہ کے نمبر ملائے:

"ہاں توحید احمد صاحب — اب کیا ہے؟"
اس نے انھیں صورتِ حال بتائی —

"اوہ — مشکل یہ ہے کہ اس وقت میں نہیں آ سکتا — تم
پوری فورس منگوا لو — اور بلڈوزر بھی — اگر وہ نہ بتائیں تو کوٹھی
گرانا شروع کر دو — کوٹھی کے نیچے ضرور کوئی تہ خانہ ہے —

اس کو شاید تم تلاش نہ کر سکو — اس لیے گرانا شروع کرا دو۔"

"او کے سر — ذمّے داری آپ کی ہو گی۔"

"ہاں! تم فکر نہ کرو، لیکن پہلے تم اس لڑکی اور ملازم کو صورتِ حال بتا دو — ہو سکتا ہے — ویسے ہی وہ بتا دیں اور گرانے کی نوبت نہ آئے۔"

"او کے سر۔" یہ کہہ کر اس نے فون بند کیا اور کوٹھی کے دروازے پر پہنچا — گھنٹی بجائی تو پھر کتے کی آواز سنائی دی — اس بار دروازہ جرمن نے کھولا — انھیں دیکھتے ہی وہ بھنّا اُٹھا:

"اب کیا ہے؟"

"ہم بلڈوزر منگوا رہے ہیں۔" توحید احمد نے اسے بتایا۔

"کیا مطلب؟" وہ چونکا۔

"بلڈوزر کا مطلب تو بلڈوزر ہی ہوتا ہے۔"

"کیا کہنا چاہتے ہیں؟"

"اس کوٹھی کو گرائیں گے — اس کے نیچے ضرور تہ خانہ موجود ہے — اس طرح ہم تہ خانے تک پہنچ جائیں گے۔"

"جو جی میں آئے کر لیں — ذمّے دار آپ خود ہوں گے۔"

اس نے باہر دُور دُور تک نظریں دوڑاتے ہوئے کہا۔

"شاید آپ دیکھ رہے ہیں — کہ بلڈوزر تو ہیں ہی نہیں۔"

"ہاں! گیدڑ بھبکی ہے یہ تو۔" جرمن بولا۔

"اچھی بات ہے — بیس منٹ بعد ہم اس عمارت کو گرانا شروع کر دیں گے۔"

"اور ایک بہت بڑا جُرم کریں گے — مسٹر شرمان آپ لوگوں سے نبٹ لیں گے۔"

"کوئی بات نہیں — دیکھا جائے گا۔"

اور پھر وہاں بلڈوزر آ گئے — ایک بار پھر دستک دی گئی، بلڈوزر دیکھ کر جرمن اور شمیلہ پریشان ہو گئے — انھوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا — جیسے کہہ رہے ہوں — اب کیا کریں — آخر جرمن نے کہا:

"ٹھیک ہے — ہم تہ خانے کا دروازہ کھول دیتے ہیں — اس میں آپ کے ساتھی موجود ہیں۔"

"وہ مارا — یہ ہوئی نا بات۔" توحید احمد نے بلند آواز میں کہا۔

اور پھر ان دونوں کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں لگا دی گئیں، تہ خانے کے دروازے تک وہ انھیں لے کر گئے — اور دروازہ کھول دیا:

"محمود — فرزانہ — اور فاروق صاحبان — کیا آپ نیچے ہیں؟" توحید احمد نے پکار کر کہا — کیونکہ اندر نیچے گھپ اندھیرا تھا —

"ارے! یہ آواز تو اپنے توحید صاحب کی ہے۔"

"ہاں! اوپر آ جائیں — میں ٹارچ روشن کر رہا ہوں۔"

"بھئی واہ — بہت وقت پر آئے۔"

ٹارچ کی روشنی میں انھوں نے پانچ آدمیوں کو اوپر آتے دیکھا:

"یہ آپ کے ساتھ دو اور کون ہیں؟" توحید احمد نے حیران ہو کر کہا —

"ایک تو ہمارے انکل خان رحمان ہیں۔" محمود نے بتایا۔

"ارے باپ رے — یہ بھی آپ کے ساتھ ہیں۔" توحید احمد نے بوکھلا کر کہا۔

"اور یہ ہمارے ساتھ کب نہیں ہوتے؟" فاروق نے منہ بنا کر کہا —

"اوہ ہاں — واقعی — لیکن یہ پانچویں صاحب کون ہیں؟"

"یہ ابھی اوپر آ کر اپنا تعارف خود کرائیں گے — ہمیں بھی معلوم نہیں کہ یہ کون ہیں۔"

"اوہ اچھا۔" توحید احمد بولا۔

اور پھر وہ اوپر آ گئے — کچھ دیر بعد وہ آنکھیں صحیح طور پر کھولنے کے قابل ہو سکے۔

"اُف مالک — اگر آپ لوگ نہ آ جاتے — تو میں تو مر گیا تھا بچے۔" ان کے ساتھ اوپر آنے والے نے کہا۔

"لیکن آپ ہیں کون؟" محمود اس کی طرف مڑا — اب سب اس

کی طرف دیکھنے لگے تھے — ادھر اس نے شمیلہ اور جرمن کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا —

"یہ — یہ دونوں کون ہیں؟" وہ حیرت زدہ انداز میں بولا۔

خوفناک

"یہ مسٹر برسن ہیں — اس گھر کے ملازم اور یہ شمیلہ ہیں — گھر کے مالک کی بیٹی — مالک کا نام ایم ڈی شرمان ہے — لیکن آپ کون ہیں؟" محمود جلدی جلدی بولا۔

"حیرت ہے — میں ان لوگوں کے گھر میں قید تھا اور میں ان کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔"

"اوہو — یہ بھی تو بتائیں نا — آپ کون ہیں؟"

"میں شاکو ہوں — شاکو۔"

"کیا!!!" محمود، فاروق اور فرزانہ چلّا اُٹھے۔

"ہاں! میں شاکو ہوں — میں ایک نامعلوم آدمی کے لیے کام کرتا رہا ہوں — وہ سردار میکن کی دعوت میں پروفیسر داؤد صاحب کو میرے ہاتھوں ہلاک کروانا چاہتا تھا — میں انسپکٹر جمشید سے رابطہ کر بیٹھا — اس نے میری گفتگو ٹیپ کروا لی — اور اس جرم کی سزا اس نے موت مقرر

کر دی — لیکن اس کے ملازم سوڈانی نے میری گردن پر جو ہاتھ مارا — وہ ذرا ہلکا رہ گیا — انھوں نے مجھے مردہ خیال کیا اور تہ خانے میں پھینک دیا — اس کا مطلب ہے، اس کوٹھی کا مالک ہی وہ نامعلوم آدمی ہے۔"

"لیکن تم اس سے ملاقات کہاں کرتے تھے؟"

"اس کی کوٹھی پروفیسر داؤد صاحب کی تجربہ گاہ کے نزدیک ہی ہے۔"

"تب پھر وہ یہی جگہ ہے۔"

"کیا — نہیں۔"

"باہر نکل کر دیکھیں اور بتائیں — کیا اسی کوٹھی میں ملاقات کیا کرتے تھے۔"

وہ اُسے کوٹھی سے باہر لے آئے — دیکھ کر ہی وہ چلّا اُٹھا:

"بالکل — میں یہیں آتا رہا ہوں — وہ اپنے جسم کو چھپا کر مجھ سے ملتا تھا — میں اس کمرے کو پہچانتا ہوں — وہ دائیں طرف والا کمرہ ہے۔"

"بہت خوب۔" محمود نے کہا اور جرمن کی طرف مڑا:

"تم کیا کہتے ہو — ایم ڈی شرمان کہاں ملے گا؟"

"وہ شہر سے باہر گئے ہوئے ہیں۔" اس نے فوراً کہا۔

"مسٹر شاکو — تم اپنے سابقہ باس کی آواز تو پہچان سکتے ہو نا؟"

"بالکل — لیکن وہ مجھ سے آواز بدل کر بات کرتا رہا ہے شاید۔"

"کوئی بات نہیں — اب اس دعوت میں ہمارے ساتھ آپ بھی ہوں گے — اب ہم سب تجربہ گاہ چلتے ہیں۔"

وہ سب تجربہ گاہ پہنچے — انسپکٹر جمشید اور اکرام شاکو کو دیکھ کر چونکے — پھر ان کی نظریں جرمن اور شمیلہ پر جم گئیں۔ جرمن کے چہرے پر ذرا گھبراہٹ نظر نہ آئی — اس نے مسکرا کر اپنا کان کھجلایا — البتہ شمیلہ گھبرا گئی:

"یہ کون ہیں؟" وہ بولے۔

"شرمان کی کوٹھی میں انھی دو سے ملاقات ہوئی ہے اور بس۔"

"ہوں — اچھا — پہلے پوری تفصیل سناؤ۔"

انھوں نے تفصیلات سنا دیں:

"اس کا مطلب ہے — اب سردار میکن کی دعوت میں کسی اور آدمی سے کام لیا جائے گا — شاکو کو تو ہم پہچانتے تھے — اب ہمیں یہ معلوم نہیں ہو گا کہ حملہ کون کرے گا۔ مطلب یہ کہ ہمارے لیے ایک اور الجھن پیدا ہو گئی۔"

"تم پریشان نہ ہو جمشید — زندگی اور موت اللہ کے ہاتھ ہے، کسی انسان کے نہیں۔" پروفیسر داؤد مسکرائے۔

"آپ ٹھیک کہتے ہیں، لیکن حفاظتی انتظامات تو انسان کرتا ہی ہے۔" انھوں نے مسکرا کر کہا۔

"ہاں! یہ ضروری ہے۔"

"ہاں بھئی مسٹر جرمن — آپ کیا کہتے ہیں؟"

"کس بارے میں؟" اس نے کان کی لو کو پکڑتے ہوئے کہا۔

"ایم ڈی شرمان کے بارے میں؟"

"بتا چکا ہوں — وہ شہر میں نہیں ہیں — دو دن بعد آئیں گے۔"

"اور آنے کے بعد اپنی کوٹھی میں نہ بیٹی کو پائیں گے، نہ جرمن کو اور نہ قیدی کو — تو ان کا کیا حال ہو گا۔" فاروق نے پریشان ہو کر کہا۔

"اگر اتنا ہی خیال ستا رہا ہے تو جا کر وہاں بیٹھ جاؤ — جب آئیں — بتا دینا۔" محمود جل گیا۔

"نہیں! اب وہ وہاں نہیں آئے گا — اسے اطلاع مل چکی ہو گی — کہ کیا تبدیلی آ چکی ہے — شاکو کے اس گھر میں قیدی ہونے اور اسی گھر میں اپنے باس سے بات چیت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس سازش کا مرکز وہ گھر ہی ہے — اور تمام باتوں کا علم جرمن اور اس لڑکی کو ہے — لہٰذا پہلے ان دونوں کی زبان کو کھلوانا ہو گا —

تم دونوں اب صاف صاف بتا دو — سردار میکن کی دعوت میں تمھارے اس پُراسرار باس کا پروگرام کیا ہے؟"

"ہمیں نہیں معلوم۔"

"کیوں — باس جب شاکو سے ملاقات کرتا رہا ہے — تو کیا تم اس وقت گھر میں موجود نہیں ہوتے تھے؟"

"نہیں — ان حالات میں وہ ہمیں گھر سے نکال دیا کرتا تھا۔" جرمن نے کہا۔

"شاکو تم بتاؤ — تمھیں سردار میکن کی دعوت میں کیا کرنا تھا؟" انھوں نے پُوچھا۔

"پروفیسر صاحب کو گولی کا نشانہ بنانا تھا مجھے — لیکن میں آپ سے رابطہ کر بیٹھا — میری اس حرکت کا علم اسے ہو گیا، کیونکہ تجربہ گاہ میں ہونے والی تمام بات چیت وہ سنتا رہا تھا — لہٰذا اس نے مجھے سزا دی — اوہ — ارے — وہ — وہ کہاں گیا؟"

"وہ کون؟" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"س — سوڈانی جنگو — باس کا ملازم تو جنگو ہے — باس نے اسے میری گردن کی ہڈی توڑ دینے کا حکم دیا تھا — وہ بہت طاقت ور ہے — خوفناک حد تک طاقت ور — جب اس نے میری گردن پر ہاتھ مارا تو ہاتھ ہلکا پڑا تھا — لیکن میں

مارے خوف کے ڈھیر ہو گیا تھا — یا پھر اس نے جان بوجھ کر ہلکا ہاتھ مارا تھا، تاکہ میں ختم نہ ہو جاؤں اور تہ خانے میں تڑپ تڑپ کر جان دوں — غالباً باس اور جنگو کا یہی پروگرام تھا اور چونکہ میں مرا نہیں تھا، نہ ہی بے ہوش ہوا تھا، لہٰذا میں نے ان کی باتیں سُنی تھیں — اب پروفیسر صاحب پر وار جنگو کرے گا — دعوت کا انتظام کنگ ہوٹل کے سپرد کیا گیا ہے — وہاں کے سب بیرے سوڈانی ہیں، لہٰذا جنگو کو ان بیروں میں شامل کیا جا چکا ہے — اس ہوٹل کا مالک بھی باس کا آدمی ہے — یا جنگو سے خوفزدہ ہے — بہرحال اس نے فوراً ہی سوڈانی جنگو کو بیروں میں شامل کر لیا ہو گا۔"

"اوہ — اوہ — اس قدر قیمتی معلومات حاصل ہو جائیں گی، یہ تو ہم نے سوچا بھی نہیں تھا۔"

عین اس لمحے جرمن نے اپنا پیر فرش پر مارا — کمرہ دھوئیں سے بھر گیا — وہ اس حملے کے لیے تیار نہیں تھے، لہٰذا دھوئیں میں چھپ گئے — انھوں نے دروازے کی طرف چھلانگیں بھی لگائیں — لیکن جرمن اور شمیلہ ان سے پہلے نکل چکے تھے:

"مارے گئے — اب یہ دونوں سوڈانی جنگو کو خبر کر دیں

گے۔" انسپکٹر جمشید چلائے۔

"لیکن ہمیں کوشش تو کرنی چاہیے۔"

انسپکٹر جمشید فوراً وائرلیس پر جٹ گئے اور جلدی جلدی ہدایات دینے لگے — ہدایات دیتے ہی وہ خود بھی باہر کی طرف دوڑ پڑے — باقی لوگوں نے بھی ان کا ساتھ دیا — ایسے میں انسپکٹر جمشید نے بلند آواز میں کہا:

"شاکو — فرار ہونے کی کوشش کی تو باس کے ہاتھوں مارے جاؤ گے — خود کو اس کمرے میں بند کر کے بیٹھ جاؤ — ہوٹل کنگ سے فارغ ہو کر ہم ادھر آئیں گے اور تمھاری حفاظت کے انتظامات کریں گے — تمھیں وعدہ معاف گواہ بنا کر بہت رعایتیں دی جائیں گی۔"

"ٹھیک ہے جناب — اب میں بھاگ کر جاؤں گا بھی کہاں۔" شاکو نے بھی بلند آواز منہ سے نکالی۔

اور وہ ہوٹل کنگ پہنچ گئے — ان کی آمد سے پہلے ہی پولیس اور سادہ لباس والے پورے ہوٹل کو گھیرے میں لے چکے تھے، لیکن ابھی انھوں نے کوئی دخل اندازی نہیں کی تھی۔ البتہ ہوٹل کا سیاہ فام مالک نوروز اکرام سے جھگڑ رہا تھا اور بار بار کہہ رہا تھا:

"آخر میرے ہوٹل کو گھیرے میں کیوں لیا گیا ہے — کیا

یہاں کوئی غیر قانونی کام ہوتا ہے — کیا آپ کے پاس تلاشی کے وارنٹ ہیں؟"

"ہمارے پاس وارنٹ ہیں جناب، آپ پریشان نہ ہوں، اکرام ان کا نام کیا ہے؟"

"نوروز۔" اکرام نے کہا — انھیں دیکھ کر اس نے سکون کا سانس لیا۔

"مسٹر نوروز — کیا آپ کے ہوٹل کے تمام ملازم سیاہ فام ہیں؟"

"کیا یہ جرم ہے۔" وہ بولا۔

"نہیں — کسی پاشا نے تمھیں فون کیا تھا — سردار میکن کے ہاں جو دعوت ہونے والی ہے — اس دعوت میں جو بیرے کام کریں گے — ان میں جنگو بھی شامل کیا جائے۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔"

"اب تم جھوٹ بول رہے ہو — تمھاری اور پاشا کی گفتگو جنگو کے ایک ساتھی کو معلوم ہے — اب وہ ہمارے قبضے میں ہے — لہٰذا جنگو کو ہمارے حوالے کر دیں۔ آپ صرف جنگو سے خوف زدہ ہیں اور بس — ہمیں اس وقت آپ سے اور آپ کے ہوٹل سے کوئی غرض نہیں — صرف اور صرف جنگو چاہیے۔"

"کک — کیا واقعی؟" نوروز چونکا۔

"ہاں! آپ تجربہ کر لیں۔"

"تب تو آئیے میرے ساتھ — میرا تو اس میں فائدہ ہی فائدہ ہے — وہ خبیث تو مجھے ایک مدت سے بلیک میل کر رہا ہے۔"

"چلیے — آپ کی جان چھوٹ جائے گی۔"

وہ انھیں ایک کمرے تک لایا اور کمرے پر بچھا موٹا قالین الٹ دیا — فرش میں تہ خانے کا دروازہ نظر آیا:

"آپ اسے آواز دیں۔" انسپکٹر جمشید نے سرگوشی کی۔

"اچھی بات ہے۔" اس نے کہا اور دروازہ کھولتے ہوئے بولا:

"مسٹر جنگو اوپر آ جائیں — خطرہ ٹل گیا ہے۔"

"بہت خوب! نوروز صاحب — آپ کا جواب نہیں۔"

"اب تو آپ مجھ سے رقمیں بٹورنا چھوڑ دیں — میں نے آپ کو پولیس سے بال بال بچانے کی کوشش کی ہے۔"

"یہ نہیں ہو سکتا — رقم تو ہر ماہ ادا کرنا ہو گی۔" وہ ہنسا اور اوپر آ گیا — باقی لوگ اس وقت کمرے میں نہیں تھے — جونہی دونوں باہر نکلے، سادہ لباس والوں نے جنگو کو چھاپ لیا — وہ بھونچکا رہ گیا:

"مسٹر جنگو — اب آپ میکن ہاؤس میں پروفیسر صاحب کو نشانہ نہیں بنا سکیں گے۔"

"نن — نہیں۔" وہ خوف زدہ آواز میں بولا۔

"اور نہ اپنے باس کے دوسرے کام انجام دے سکیں گے۔" فاروق مسکرایا۔

"نن — نہیں۔" اس کے منہ سے نکلا۔

"ارے ہاں! آپ کے باس کا نام کیا ہے؟"

"جج — جی — نہیں — نہیں — میں نہیں بتا سکتا — وہ مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

"نہ بتانے کی صورت میں ہم کون سا تمھیں زندہ چھوڑ دیں گے۔" انسپکٹر جمشید نے برا سا منہ بنایا۔

"لیکن آپ کو بتا کر مجھے کیا فائدہ ہو گا؟" وہ بولا۔

"یہی کہ ہم تمھیں فوراً جیل بھیج دیں گے — اور تمھارا باس تمھیں ہلاک نہیں کر سکے گا — پھر تمھاری قسمت کہ عدالت تمھارے بارے میں کیا فیصلہ کرتی ہے۔"

"اچھی بات ہے — آپ پہلے مجھے جیل بھجوائیں — جیل کی کوٹھری میں بند ہونے کے بعد میں آپ کو اس کا نام بتا دوں گا۔"

"تم بلا وجہ ڈر رہے ہو — ہماری موجودگی میں تو وہ آ کر تم پر حملہ کرنے سے رہا۔"

"آپ اسے نہیں جانتے — اسے میں جانتا ہوں — مجھ جیسا طاقت ور انسان اگر اس سے ڈرتا ہے، تو وہ کوئی چیز تو ہو گا۔"

"خیر — یونہی سہی۔"

وہ اسے جیل میں لے آئے — کوٹھری میں بند ہونے کے بعد اس نے کہا:

"میرے باس کا نام ہے ایم ڈی شرمان۔"

"غلط — بالکل غلط۔" انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

"کیا مطلب؟" جگو نے حیران ہو کر کہا۔

"جرمن نے بتایا تھا کہ وہ دو دن سے شہر سے باہر گیا ہوا ہے، جب کہ شاکو کو وہ انھی دو دن کے دوران ہدایات دیتا رہا ہے۔ تب ایم ڈی شرمان کیسے باس ہو سکتا ہے۔"

"باس شہر سے باہر نہیں گیا — تمام وقت اسی کوٹھی میں رہتا رہا ہے — یہ کوٹھی تو اس نے ابھی اس پروگرام پر عمل کرنے کے لیے کرائے پر لی ہے — ورنہ ہم لوگ تو اس کے لیے نہ جانے کب سے کام کر رہے ہیں۔"

"حیرت ہے — باس اگر تمام وقت کوٹھی میں رہا ہے تو اس وقت کہاں تھا — جب ہم نے جگو اور شمیلہ کو گرفتار کیا؟"

"وہ اس وقت بھی وہیں تھا۔"

"اور ہمیں نظر نہیں آ رہا تھا، اس لیے کہ اس نے سیلانی ٹوپی اوڑھ رکھی تھی۔" فاروق نے جھلا کر کہا۔

"نہیں — باس جرمن کے روپ میں آپ کے سامنے تھا۔"

"کیا!!!" وہ ایک ساتھ بولے۔

"جی ہاں! اس گھر میں کوئی جرمن نہیں ہوتا — باس — باس کی بیٹی — یا پھر میں — ہم تین ہی رہتے رہے ہیں — جب وہ شاکو کو بلاتا تھا تو ہم اندرونی کمرے میں بند ہو کر بیٹھ جاتے تھے۔"

"اُف — تو جرمن ہی باس تھا — اسی کا نام ایم ڈی شرمان ہے۔"

"یہ بھی اس کا اصل نام نہیں ہے۔" جگو نے منہ بنایا۔

"تب پھر — اصل نام بتاؤ نا۔" انھوں نے جھلا کر کہا۔

"افسوس! میں اس کا اصل نام نہیں جانتا — نہ میں نے اس کی اصل شکل آج تک دیکھی ہے۔"

"دھت تیرے کی — یہ کیا بات ہوئی۔"

"آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں — وہ میکن ہال کی دعوت میں ضرور آئے گا، کیونکہ اس کے ملک نے پروفیسر داؤد کو ہر حال میں ختم کرنے کا حکم اسے دے رکھا ہے — اور جب تک وہ یہ کام نہیں کر گزرے گا — نچلا نہیں بیٹھے گا۔"

"لیکن — اب ہم اسے کس طرح پہچانیں گے؟ سوال تو یہ ہے۔" فرزانہ نے گھبرا کر کہا۔

"یہ تم لوگوں کا کام ہے — میں کیا بتا سکتا ہوں — جرمن کی صورت میں تو آپ اسے دیکھ چکے ہیں۔"

"ہاں! میں اس کا بغور جائزہ لیتا رہا ہوں — اور میرا خیال ہے — میں اسے پہچان لوں گا اور پھر وہ اپنی بیٹی کے ساتھ آئے گا — میں نے اسے بھی غور سے دیکھا تھا — اور میرا خیال ہے — میں ان دونوں کو پہچان لوں گا۔" انسپکٹر جمشید جلدی جلدی بولے۔

"تب پھر آپ کے لیے کیا مشکل ہے، لیکن ایک بات ہے، وہ اس قدر خوف ناک لڑاکا ہے کہ کیا بتاؤں — اگر اس کا ایک ہاتھ بھی آپ کو لگ گیا — تو آپ ڈھیر ہو جائیں گے — اور اس وقت پلک جھپکتے میں وہ پروفیسر صاحب پر وار کر گزرے گا۔"

"نن — نہیں — نہیں۔" محمود، فاروق اور فرزانہ ایک ساتھ چلاتے۔

عین اس لمحے فون کی گھنٹی بج اٹھی —

خطرہ ہے

انھوں نے ریسیور اٹھایا تو دوسری طرف سے ایک عجیب سی آواز سنائی دی:

"میں نے فرار کا راستا اس لیے اختیار کیا کہ آخری معرکہ سردار میکن کے ہاں ہی ہو — ورنہ پروفیسر صاحب کو تو میں آپ کی موجودگی میں ہی ہلاک کر سکتا تھا۔"

"لیکن کیوں؟" انسپکٹر جمشید نے دھک دھک کرتے دل کے ساتھ کہا۔

"زیادہ مزا لینے کے لیے — اور یہ مزا میکن ہاؤس میں ہی مل سکے گا۔"

"جیسے آپ کی مرضی — ہم وہاں جانے کی تیاری میں مصروف ہیں۔"

"اچھی بات ہے — خوب تیاری کر لیجیے گا — میں پروفیسر داؤد پر ہاتھ صاف کر کے نکل جاؤں گا اور آپ ہاتھ ملتے رہ جائیں گے۔"

"خیر بھئی — دیکھتے ہیں۔"

"دیکھنے کے لیے عینک ساتھ لے آئیے گا۔" دوسری طرف سے ہنس کر کہا گیا اور پھر فون کا ریسیور رکھ دیا گیا — وہ بھی ریسیور رکھ کر ان کی طرف مڑے۔

"پروفیسر صاحب — معاملہ خطرناک ہو چکا ہے — حد درجے خطرناک — آپ آخری بار سوچ لیں۔"

"کیا مطلب — کیا سوچ لوں؟" وہ بولے۔

"یہ کہ آپ کو جانا چاہیے یا نہیں — میں تو یہی کہوں گا کہ آپ نہ جائیں۔"

"یہ تو خیر نہیں ہو سکتا جمشید — جا کر تو میں رہوں گا۔"

"اچھی بات ہے — اب جو ہو گا دیکھا جائے گا — کیا آپ جانتے ہیں — ہمارے مقابلے پر کون ہے؟"

"کوئی ایم ڈی شرمان۔" انھوں نے منہ بنایا۔

"یہ ایک فرضی نام ہے۔"

"تب پھر — میں اس کا اصل نام کس طرح بتا سکتا ہوں۔"

"لیکن اب جب کہ میں فون پر اس کی آواز سن چکا ہوں — میں آپ کو اس کا نام بتا سکتا ہوں۔"

"بہت خوب! یہ تو اچھا ہو گیا کہ تم نے اسے پہچان لیا، اب ہمارا کام آسان ہو گیا ہے۔"

"یہی تو مشکل ہے۔" انھوں نے منہ بنایا۔

"مشکل ہے — کیا مشکل ہے۔" پروفیسر داؤد کے لہجے میں حیرت در آئی۔

اب تو محمود، فاروق، فرزانہ اور خان رحمان بھی حیرت زدہ انداز میں انھیں دیکھنے لگے:

"اس کو پہچان لینے کے بعد ہمارا کام آسان نہیں اور مشکل نظر آنے لگا ہے — اس لیے کہ وہ جوناٹ ہے۔"

"کیا!!!" وہ ایک ساتھ چلائے — ان کی آنکھیں حیرت اور خوف کی وجہ سے پھیل گئیں۔

"اُف مالک — کیا ایک بار پھر جوناٹ ہمارے مقابلے پر ہے۔"

"ہاں! اس وقت تک کی کوششوں سے ہم نے اگرچہ شاکو اور جنگو کو ایک طرف کر دیا ہے، لیکن جوناٹ خود تو ابھی موجود ہے — اور اس کے فون سے یہ بات ظاہر ہو رہی ہے کہ اب وہ خود مقابلے پر آئے گا — میں ایک بار پھر سردار میکن سے بات کرتا ہوں — شاید وہ مان جائیں اور دعوت کو کینسل کر دیں۔"

"وہ بھی نہیں مانیں گے جمشید۔" پروفیسر داؤد مسکرائے۔

"لیکن پہلے جوناٹ کا نام ہمارے سامنے نہیں تھا۔"

"خیر — تم کوشش کر لو۔" وہ مسکرائے۔

انھوں نے فوری طور پر سردار میکن سے فون پر رابطہ قائم کیا، ان کی آواز سنتے ہی وہ بولے:

"انسپکٹر جمشید بات کر رہا ہوں اور ایک بار پھر آپ سے درخواست

کرتا ہوں کہ آپ اس دعوت کو کینسل کر دیں۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے — تمام تر انتظامات مکمل ہو چکے ہیں — سب کو دعوت نامے جا چکے ہیں — دُوسرے شہروں سے آنے والے دوستوں نے جہازوں پر اپنی سیٹیں بک کروا لی ہیں — اور آپ کہہ رہے ہیں — میں دعوت کینسل کر دوں۔"

"ہاں! اس لیے کہ اس دعوت میں آپ کے مہمانِ خصوصی کو موت کے گھاٹ اُتارنے کا پُورا پُورا انتظام کر لیا گیا ہے۔"

"تو پھر آپ کس مرض کی دوا ہیں — آپ ان کی حفاظت کا انتظام کریں۔"

"وہ تو ہم کریں گے، لیکن خطرہ بدستور ان پر رہے گا۔"

"تو میں کیا کروں — رہے گا تو رہے — آپ پروفیسر صاحب سے کہیں — وہ دعوت میں نہ آئیں، میں کسی اور کو مہمانِ خصوصی بنا لوں گا۔"

"آپ نہیں سمجھیں گے — جوناٹ کا نام سُنا ہے۔"

"جوناٹ — ہاں کیوں — اس کا نام یہاں کہاں سے آ کودا؟" وہ چلّا کر بولے۔

"ہمارے مقابلے پر وہی ہے۔"

"کیا — نہیں!!! سردار میکن چلّائے۔

"اگر آپ اس کے بارے میں جانتے ہیں تو پھر یقیناً آپ اپنا پروگرام کینسل کر دیں گے۔"

"مجھے افسوس ہے — میں اپنا پروگرام اب بھی کینسل نہیں کر سکتا۔"

"آخر کیوں — کیا مجبوری ہے؟"

"آپ اپنے دوست پروفیسر داؤد کو کیوں نہیں روک لیتے۔"

"وہ بھی نہیں مانتے — آپ بھی نہیں مانتے — اب بتائیے — ہم کیا کریں؟"

"مجرموں کو پکڑیں — یہ ہے آپ کا کام۔"

"اور میں بتا چکا ہوں — مجرم جوناٹ ہے۔"

"یہ آپ کا کام ہے — آپ جانیں۔" یہ کہہ کر سلسلہ کاٹ دیا گیا۔

عین اس وقت فون کی گھنٹی بجی — جونہی انھوں نے ریسیور اُٹھایا، صدر صاحب کی آواز سنائی دی:

"جمشید! یہ تم ہو — سُنو جمشید — خطرہ ہے — بہت بڑا خطرہ — تم فوراً یہاں میرے پاس چلے آؤ۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی صدر صاحب نے ریسیور رکھ دیا —

ان میں سے ایک

"لو بھئی — اور سنو — اب صدر صاحب کو کوئی خطرہ لاحق ہو گیا ہے — آؤ جلدی کرو۔"

وہ بھاگم بھاگ — یعنی آندھی اور طوفان کی طرح کار چلاتے ایوانِ صدر پہنچے — صدر صاحب بے تابانہ انداز میں ادھر سے ادھر ٹہل رہے تھے — ان پر نظر پڑتے ہی ان کے ٹہلنے میں بریک لگ گیا۔

"اُف جمشید — تم آ گئے۔"

"اُف جمشید نہیں — السلام علیکم جمشید۔" انھوں نے منہ بنایا۔

"اوہ ہاں! وعلیکم السلام جمشید — میں پریشان ہوں، اس لیے بھول گیا۔"

"خیر کوئی بات نہیں — یہ بتائیے — پریشانی کیا ہے؟"

"شادجستان نے ہماری سرحد کے اس طرف پانچ خطرناک ترین ایجنٹ بھیج دیے ہیں — انھیں صرف اور صرف اس لیے بھیجا

گیا ہے کہ وہ بس مجھے نشانہ بنا ڈالیں — اب تم ہر وقت سائے کی طرح میرے ساتھ رہو گے — سنا تم نے۔"

"یس سر — میں نے سن لیا — لیکن میری اطلاعات کے مطابق ایسی کوئی بات نہیں۔"

"کیا کہا — ایسی کوئی بات نہیں، یہ تم کیا کہہ رہے ہو بھئی۔"

"سر — خطرہ ہے تو کل سیکن ہاؤس میں — وہ بھی آپ کو نہیں — پروفیسر داؤد صاحب کو۔"

"یہ بات تم اتنے یقین سے کس طرح کہہ سکتے ہو؟"

"سر — جب آپ کو اپنی خفیہ فورس کے ذریعے ایسی کوئی اطلاع ملتی ہے تو مجھے آپ سے کچھ پہلے اپنی خفیہ فورس سے وہی اطلاع مل چکی ہوتی ہے — لیکن اس بار ایسا نہیں ہوا — اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ آپ کی خفیہ فورس کو چکر دیا گیا ہے۔"

"نن — نہیں — کوئی میری خفیہ فورس کو بھی چکر دے سکتا ہے۔" وہ بولے۔

"ہاں! اس دنیا میں بڑے بڑے چکر باز ہیں۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"تب پھر — اب کیا کروں؟"

"کچھ نہ کریں — بس کل کی دعوت میں شریک نہ ہوں۔"

"لیکن کیوں — وہاں خطرہ پروفیسر داؤد کو ہے — مجھے نہیں۔ تم انھیں روکو نا۔" صدر صاحب نے بالکل بچّوں کے انداز میں کہا۔

"سر — انھیں روکنے کی سر توڑ کوشش کر چکا ہوں۔"

"نن — نہیں تو۔" صدر صاحب بولے۔

"حیرت ہے سر — آپ نے کس بات پر نہیں تو کہا۔" محمود بولا۔

"ان کا سر تو کہیں سے بھی نہیں ٹوٹا ہوا۔" صدر صاحب بولے۔

"حد ہوگئی — اب آپ کو بھی مذاق کی سوجھنے لگی۔" فرزانہ نے آنکھیں نکالیں۔

"اوہ — معاف کرنا — بلکہ یہ کہنے کی بھی کیا ضرورت ہے — وہ تو تم نے پہلے ہی کر دیا ہوگا۔" صدر صاحب بولے۔

"کیا کر دیا ہوگا؟" فاروق بے خیالی کے عالم میں بولا۔

"معاف۔" وہ بولے۔

"حیرت ہے — ابھی ابھی تو آپ حد درجے پریشان تھے، اب آپ کو جیسے کوئی فکر ہی نہیں ہے۔" محمود نے کہا۔

"بس جب جمشید نے کہہ دیا کہ یہ خبر غلط ہے تو میں نے یقین کر لیا۔"

"تب پھر ہمیں اجازت دیں — ہمیں میکن ہاؤس کا کچھ کرنا ہے — وہاں بھی آخر جوناٹ صاحب کو آنا ہے۔"

"کک — کیسے؟" صدر صاحب بوکھلا اٹھے۔

"جوناٹ — پروفیسر داؤد کو نشانہ بنانے کے لیے اب جوناٹ نے خود میدان میں آنے کا اعلان کیا ہے۔"

"نن نہیں۔" صدر صاحب کانپ گئے۔

"اس لیے میں چاہتا ہوں — اس دعوت کو کینسل کر دیا جائے۔"

"میں میکن سے بات کروں۔"

"اب وہ آپ کی بھی نہیں مانے گا۔"

"تو پھر تم پروفیسر کو کیوں نہیں روکتے۔"

"وہ بھی رکنے کو تیار نہیں۔" انھوں نے منہ بنایا۔

"پھر — تم نے کیا سوچا ہے؟"

"سوچنا کیا ہے — ہم وہاں جا رہے ہیں — موقعے پر موجود ہوں گے — آگے جو اللہ کو منظور۔"

"بس تو پھر — میں وہاں کیوں نہیں موجود ہوں گا — آگے جو اللہ کو منظور۔" انھوں نے ہنس کر کہا۔

"حیرت ہے — آج تو آپ کچھ زیادہ ہی خوش ہیں۔"

"تمھاری آمد سے پہلے نہیں تھا — اب ضرور ہوں اور یہ اللہ کی مہربانی ہے۔" وہ بولے۔

"بالکل! اس میں کیا شک ہے۔"

"تو پھر ہمیں اجازت دیں۔"

"او کے — اب کل تمھاری کارکردگی دیکھیں گے۔"

"اِن شاء اللہ۔"

اور پھر وہ وہاں سے لوٹ آئے ۔ گھر میں ہر طرح خیریت تھی ۔ لہٰذا انھوں نے تجربہ گاہ کا رُخ کیا ۔ وہاں وہ اپنی تیاریوں میں مصروف ہو گئے ۔ [illegible] رات کا بہت حصّہ بھی انھوں نے تیاریوں میں بسر کیا ۔ میکن ہاؤس کا بھی خفیہ چکر لگایا ، وہاں بھی کچھ انتظامات کیے ۔ دوسرے دن شام کے وقت پروفیسر داؤد کی کار شاہانہ انداز میں میکن ہاؤس میں داخل ہوئی ۔ خود سردار میکن نے نہایت گرم جوشی سے ان کا استقبال کیا ۔ ان کے ساتھ انسپکٹر جمشید ، خان رحمان ، محمود ، فاروق اور فرزانہ بھی تھے ۔

مہمانوں کی آمد جاری تھی ۔ دعوت کا انتظام میکن ہاؤس کے پیچھے بنائے گئے بہت بڑے باغ میں کیا گیا تھا ۔ اس باغ میں پوری دُنیا سے لائے گئے پھولوں کے پودے اپنی بہار دکھاتے تھے ۔ جو پھول کہیں بھی نظر نہیں آتا تھا ، میکن ہاؤس میں دیکھا جا سکتا تھا ۔

آنے والے مہمانوں کی تعداد دو سو کے قریب تھی ۔ ان دو سو مہمانوں میں وہ لوگ یہ دیکھتے پھر رہے تھے کہ جوناٹ کہاں ہے اور کس کے رُوپ میں ہے ، لیکن کوشش کے باوجود جوناٹ انھیں نظر نہیں آ رہا تھا ۔

"اس سے پہلے کہ دعوت شروع ہو ۔ ہمیں جوناٹ کو پہچاننا ہو گا ۔ ورنہ وہ وار کر جائے گا۔" انسپکٹر جمشید نے فکر مندانہ انداز میں کہا ۔ آواز بھی دبی دبی تھی ۔

"ہاں جمشید ۔ یہ بہت ضروری ہے ۔ میں یہاں آ تو گیا ہوں ۔ لیکن اب میں شدید گھبراہٹ محسوس کر رہا ہوں۔"

"آپ کو پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے۔" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"ضرورت ہے ۔ میں تمھارے لیے پریشان ہوں۔" پروفیسر داؤد بولے۔

"آپ میری فکر نہ کریں۔"

عین اس وقت سردار میکن ان کی طرف تیر کی طرح آیا :

"پروفیسر صاحب ۔ آپ اب ان لوگوں کا پیچھا چھوڑیے ، آپ یہاں ہمارے مہمان ہیں ۔ آئیے ، اپنے چند غیر ملکی دوستوں سے ملواؤں۔"

"اوہ اچھا ۔ چلیے۔"

سردار میکن نے پروفیسر داؤد کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالا اور وہاں سے آگے بڑھتے چلے گئے ۔

"غیر ملکی مہمان ۔ کہیں جوناٹ ان میں سے ہی کوئی نہ ہو۔" محمود نے فوراً کہا۔

"آؤ دیکھ لیتے ہیں"۔ فاروق بولا۔

"لیکن ہمارا ان کے پیچھے جانا مناسب نہیں ہوگا — سردار میکن اس بات کو محسوس کریں گے — ہمیں دُور رہ کر ان غیر ملکی دوستوں کا جائزہ لینا ہوگا"۔

"ٹھیک ہے — ہم درمیان میں فاصلہ رکھیں گے"۔ فرزانہ نے کہا اور آگے بڑھنے لگی۔

"میں یہیں ٹھہر کر جائزہ لوں گا"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"ٹھیک ہے"۔ وہ ایک ساتھ بولے۔

دُور سے انھوں نے دیکھا — پروفیسر داؤد چند غیر ملکی لوگوں میں گھرے ہوئے ان سے باتیں کر رہے تھے — انھوں نے ان غیر ملکیوں کا مناسب فاصلے پر رہ کر بغور جائزہ لیا —

"مجھے تو ان میں سے کوئی بھی جوناٹ نظر نہیں آتا"۔

"وہ اس قدر آسانی سے نظر آنے والا نہیں — آخر جوناٹ ہے"۔

"کہیں ہم اسے تلاش کرنے میں ناکام نہ ہو جائیں — اُف مالک — اس صورت میں کیا ہوگا"۔ فرزانہ کانپ گئی۔

"وہی ہوگا جو اللہ کو منظور ہوگا"۔ فاروق بولا۔

"آؤ — میں نے اسے دیکھ لیا ہے"۔ محمود نے پُرجوش آواز میں کہا — وہ ایک طرف تیر کی طرح جاتا نظر آیا — اب اس جگہ دوڑا تو جا نہیں سکتا تھا — سب مہمان ان کی طرف متوجہ ہو

جاتے، لہٰذا وہ چلنے لگے — دونوں جب محمود کے نزدیک پہنچے تو وہ بُت بنا کھڑا تھا:

"کک — کیا ہوا بھئی؟"

"وہ اِدھر اُدھر ہونے میں کامیاب ہو گیا"۔

"لیکن کیسے؟"

"میں نے ایک چہرے میں جوناٹ کی جھلکیاں دیکھی تھیں، اس کی طرف لپکا، لیکن وہ مہمانوں میں گڈمڈ ہو گیا، لیکن ایک بات ہے — اور وہ یہ کہ وہ گہرے نیلے لباس میں ہے — اب ہم نہایت آسانی سے اسے تلاش کر لیں گے"۔

"مشکل یہ ہے — یہاں گہرے نیلے لباس میں پچیس کے قریب آدمی نظر آ رہے ہیں"۔

"خیر — ہم ان پچیس کو تو بغور دیکھ سکتے ہیں"۔ فرزانہ نے فوراً کہا۔

"نہیں دیکھ سکتے — مہمان ایک جگہ ٹک کب رہے ہیں — اِدھر سے اُدھر، اُدھر سے اِدھر گھوم رہے ہیں"۔

"کوئی پروا نہیں — ان پچیس کا پھر بھی جائزہ لیا جا سکتا ہے"۔

انھوں نے آگے بڑھ بڑھ کر — پلک پلک کر — الگ الگ ہو کر اور اکٹھے ہو کر ان سب کے سب نیلے لباس والوں کا جائزہ لیا — لیکن جوناٹ کے آثار کہیں بھی نظر نہ آئے — وہ پریشان ہو کر رہ

گئے — ایسے میں فرزانہ کی آنکھیں چمکنے لگیں:

"مم — میں نے اسے دیکھ لیا۔"

"کیا کہا — دیکھ لیا — جوناٹ کو۔"

"ہاں — وہ اس وقت ہمارے انکل خان رحمان کے ساتھ گفتگو کرنے میں مصروف ہے — غور سے دیکھو اسے۔" فرزانہ کی آواز میں کپکپی شامل ہو گئی۔

"میرا خیال ہے — یہ جوناٹ ہی ہے — انداز — اطوار — اور بولنے کا طریقہ — بالکل وہی ہے، اگرچہ میک اپ میں ہے۔"

"تب پھر آؤ — ہم نے میدان مار لیا۔"

تینوں اس کی طرف بڑھے — ادھر اس نے انھیں اپنی طرف آتے دیکھ لیا — وہ پُرسکون انداز میں مسکرایا:

"آپ — مسکرا رہے ہیں — میں نے تو کوئی مزاحیہ بات نہیں کہی۔" خان رحمان حیران ہو کر بولے۔

"آپ کے قریبی عزیز ہماری طرف آ رہے ہیں — یہ آپ کے دوست ہیں نا — آپ ایک ساتھ آئے تھے۔"

"آپ کا اندازہ درست ہے — آؤ بھئی آؤ — ان سے ملو، یہ مسٹر گیدی ہیں۔"

"جی نہیں — یہ مسٹر جوناٹ ہیں۔"

"کیا!!!" خان رحمان اور وہ ایک ساتھ چلائے۔

"ہاں — جناب — آپ جوناٹ ہیں — آخر ہم نے آپ کو پہچان لیا — اب آپ اپنا وار نہیں کر سکیں گے۔"

"میں گیدی ہوں۔" اس نے بھنّا کر کہا۔

"چلیے خیر ہوں گے — گیدی یا گیدڑ ہمیں کیا — بس آپ کو جوناٹ نہیں ہونا چاہیے — اگر آپ جوناٹ ہیں تو ہمیں اعتراض ہے — جوناٹ نہیں ہیں تو کچھ بھی کیوں نہ ہوں، کوئی اعتراض نہیں۔"

اسی وقت ایک شور سا گونجا — اور صدر صاحب کی سواری اندر داخل ہوئی — بہت سے لوگ ان کی کار کی طرف لپکے — ان کی نظریں بھی اس طرف اٹھ گئی تھیں — جونہی وہ پھر گیدی کی طرف مڑے، دھک سے رہ گئے — گیدی غائب تھا:

"افسوس! وہ اِدھر اُدھر ہو گیا — یہ بہت بُرا ہوا۔"

"لیکن اب وہ نظروں سے اوجھل نہیں ہو سکے گا — نیلے لباس والے ہیں ہی کتنے۔"

"پھر بھی — آخر اس دعوت میں اتنے لوگ نیلے لباس میں، ارے — صدر صاحب بھی نیلے لباس میں آئے ہیں — کیا اس دعوت کا لباس نیلا رکھا گیا ہے۔"

"اگر ایسا ہوتا تو پھر یہاں سب لوگ نیلے لباس میں آتے۔" محمود بولا۔

"میرا خیال ہے — ہمیں یہ سوال سردار صاحب سے پوچھ

لینا چاہیے۔"

وہ تیر کی طرح سردار صاحب کی طرف بڑھے۔ پروفیسر داؤد دُور ایک طرف ابھی تک ان غیر ملکیوں میں گھرے ہوئے تھے:

"ہم اِدھر مصروف ہیں — اور اُدھر انکل ان غیر مُلکیوں کے درمیان کھڑے ہیں — کہیں ان میں سے کوئی جوناٹ نہ ہو۔" فاروق نے جلدی جلدی کہا۔

"کیا بات کرتے ہو — ان غیر مُلکیوں میں کوئی نیلے لباس میں نہیں ہے۔" محمود نے اسے گھورا۔

"یہ ضروری نہیں کہ وُہ نیلے لباس میں ہی ہو۔" فاروق نے جل کر کہا۔

"ہم اسے پہچان چکے ہیں — وہ نیلے لباس میں ہے۔"

"یہ کوئی چال بھی ہو سکتی ہے۔" فاروق غمگین انداز میں بولا۔

"کیا!!!" محمود اور فرزانہ ایک ساتھ چلّائے۔

ان کی نظریں فاروق پر جم گئیں:

"فاروق! خیال درست ہو سکتا ہے — جوناٹ بھی آخر سیدھے طریقے سے تو یہاں آیا نہیں ہو گا۔" محمود نے بڑبڑانے کے انداز میں کہا۔

"اُف مالک — یہ ہم کس جال میں گھر گئے — ہمیں فوراً ابا جان کو اس صورتِ حال کی اطلاع دینی چاہیے۔" فرزانہ نے کانپتی

آواز میں کہا — وُہ اس طرف مُڑے، جس طرف انسپکٹر جمشید کو چھوڑا تھا، لیکن اب وہ بھی وہاں نظر نہ آئے:

"دھت تیرے کی — اب کیا کریں؟"

"پپ — پتا نہیں — کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا — ارے ہاں! وہ رہے — سردار میکن — کم از کم ہم ان سے نیلے لباس والی بات تو پُوچھ ہی سکتے ہیں۔"

"اوہ ہاں — آؤ۔"

محمود، فاروق اور فرزانہ تیز تیز چلتے سردار میکن تک پہنچ گئے:

"معاف کیجیے گا — ہم آپ سے ایک سوال پُوچھنا چاہتے ہیں۔" محمود نے کہا۔

"اس وقت نہیں — میں بہت پریشان ہوں۔" سردار میکن نے سرد آواز میں کہا۔

"کک — کیوں — آپ کیوں پریشان ہیں — پہلے تو آپ یہ بتائیں نا۔"

"یہاں ضرور کچھ ہونے والا ہے — اب میں بھی یہ سوچنے پر مجبور ہوں۔"

"آخر کیسے — اب آپ یہ بات کیوں سوچنے پر مجبور ہو گئے؟"

"مم — میں نے — یہاں چند ایسے لوگوں کو دیکھا ہے — جنھیں میں نے دعوت تک نہیں دی — اور وہ دیکھیں — وہ ان میں سے ایک ہے۔"

اُس نے ایک طرف اشارہ کیا — ان کی آنکھیں مارے حیرت کے پھیل گئیں —

Uploaded for:
www.urdufanz.com
By: SHJ3

اپنی فکر کرو

انھوں نے دیکھا، وہ وہی نیلے لباس والا تھا:

"آپ فکر نہ کریں — ہم اس پر نظر رکھیں گے، لیکن کم از کم اتنا بتا دیں — کیا آپ نے اپنے مہمانوں سے یہ درخواست کی تھی کہ نیلے لباس پہن کر آئیں؟"

"نہیں — اگر یہ درخواست کی ہوتی تو سب لوگ اس وقت نیلے لباس میں ہوتے۔"

"تب پھر نیلا لباس اس وقت زیادہ کیوں نظر آ رہا ہے — قریباً پچیس آدمی نیلے لباس میں ہیں۔"

"میں نہیں جانتا، ایسا کیوں ہے — لیکن میں گھبراہٹ محسوس کر رہا ہوں — اُف مجھے انسپکٹر جمشید سے رابطہ کرنا چاہیے۔" یہ کہہ کر وہ تیزی سے اس طرف چلے گئے، جس طرف انسپکٹر جمشید لوگوں سے باتیں کر رہے تھے — اور وہ نیلے لباس والے کی طرف بڑھے —

"یہ نیلا لباس میرے کانوں میں خطرے کی گھنٹیاں بجا رہا ہے۔" فرزانہ نے سرسراتی آواز میں کہا۔

"ابھی کیا ہے — آگے آگے دیکھنا — نہ جانے کیا کیا چیزیں تمہارے کانوں میں خطرات کی گھنٹیاں بجائیں گی۔" فاروق نے منہ بنایا۔

اچانک کھانے کے لیے گھنٹی بجائی جانے لگی — سب لوگ میزوں کا رُخ کرنے لگے:

"حیرت ہے — کوئی واردات اب تک نہیں ہوئی۔"

انھوں نے دیکھا — پروفیسر داؤد کے ساتھ سردار میکن اور صدر صاحب بیٹھ رہے تھے — انسپکٹر جمشید ان سے کچھ فاصلے پر نظر آئے اور خان رحمان ان کے ساتھ — ان کے سامنے وہ غیر ملکی اور نیلے لباس والا بیٹھتے نظر آئے — میزوں پر کھانا پہلے ہی چُن دیا گیا تھا — آخر کھانا شروع کرنے کا اشارہ دیا گیا۔

ابھی لوگوں نے ہاتھ بڑھائے ہی تھے کہ فرزانہ چلّا اُٹھی:

"نہیں — خطرہ ہے — کھانا نہ کھائیں۔"

سب مہمان چونک اُٹھے — سب کی نظریں فرزانہ پر جم گئیں:

"بات سمجھ میں نہیں آئی — آپ نے کیا کہا ہے۔" سردار میکن ناخوش گوار لہجے میں بولے۔

"میں نے کہا ہے — خطرہ ہے — یہ کھانا نہ کھایا جائے — کھانے میں زہر ہے۔"

"بکواس! یہ دیکھیں — میں کھا رہا ہوں۔" یہ کہہ کر سردار میکن نے ایک لقمہ منہ میں رکھ لیا — اس کی دیکھا دیکھی کافی لوگوں نے بھی ہاتھ بڑھائے۔

"پروفیسر انکل — میں نے ان سے نہیں — آپ سے کہا ہے — آپ کھانے کو ہاتھ بھی نہ لگائیں۔"

"یہ کیا مذاق ہے — یہاں کھانے میں زہر کہاں سے آگیا۔"

"ہم جانتے ہیں — یہاں جوناٹ موجود ہے — تو کیا وہ یہ واردات زہر کے ذریعے نہیں کر سکتا۔"

"بالکل کر سکتا ہے۔" خان رحمان گرجے۔

"ٹھیک ہے — کھانے کو چیک کرا لینے میں کیا حرج ہے۔"

"جاؤ — طوطوں کے پنجرے لے آؤ۔"

ملازم دوڑے اور طوطوں کے پنجرے لے آئے — پروفیسر صاحب کے آگے رکھا ہوا کھانا طوطوں کو ڈالا گیا — وہ کھانے لگے — لیکن کسی طوطے کو کچھ نہ ہوا:

"دیکھا — میں نے کہا تھا نا — یہ بالکل غلط ہے۔ کھانے میں زہر نہیں ہو سکتا۔"

"ایک منٹ جناب — ذرا میرے آگے سے بھی کچھ کھانا طوطوں کو ڈالا جائے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"یہ کیا بات ہوئی۔" سردار میکن نے حیران ہو کر کہا۔

"کیوں جناب! آپ کے خیال میں یہ کوئی بات ہی نہیں ہوئی — کیا انسپکٹر جمشید، ہمارے ملک کے لیے کم اہم ہیں۔" خان رحمان نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"یہ میں نے کب کہا — میرا مطلب تو یہ ہے کہ خطرہ تو یہاں صرف پروفیسر داؤد صاحب کو ہے — ان کے کھانے میں کیوں زہر ہونے لگا۔"

"چیک کر لینے میں کیا حرج ہے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"کرو بھئی چیک — آخر دعوت میں بدمزگی ہو ہی گئی۔" سردار میکن نے بھنّا کر کہا۔

انسپکٹر جمشید جواب میں کچھ نہ بولے، پھر ان کے سامنے سے کھانا لیا گیا اور طوطوں کو ڈالا گیا — دوسرا لمحہ حیران کن ترین تھا، طوطے چیخے اور پنجروں میں گر کر ساکت ہو گئے۔

"ارے! یہ کیا!!" سب مہمان چلّا اُٹھے۔

"ثابت ہو گئی یہ بات کہ میرے کھانے میں زہر ہے — صدر صاحب کے کھانے کو بھی چیک کیا جائے — طوطوں کے دوسرے پنجرے لائے جائیں۔" انسپکٹر جمشید چلّائے۔

ملازمین نے سردار میکن کی طرف دیکھا — اس نے سر ہلا دیا — ملازمین پھر دوڑے گئے اور کچھ اور پنجرے اٹھا لائے — صدر

صاحب کے سامنے سے کھانا لیا گیا اور طوطوں کو ڈالا گیا، لیکن کچھ بھی نہ ہوا —

"نہیں! کسی اور کے کھانے میں زہر نہیں ملایا گیا۔" پروفیسر داؤد نے کہا۔

"حیرت ہے — مسٹر جوناٹ کا پروگرام...!"

ان الفاظ کے ساتھ ہی — انسپکٹر جمشید تڑ سے گرے — ان کے میز کے برتن ٹوٹ کر آس پاس کے لوگوں کو لگے — کسی نے ان پر گولی چلائی تھی۔

اب تو سب لوگ کرسیوں سے نیچے گر گئے اور میزوں کے نیچے لڑھک گئے — ان کے جسموں میں تھرتھری دوڑ گئی — ان حالات میں محمود، فاروق اور فرزانہ بھی نیچے گرنے کے علاوہ کیا کر سکتے تھے — تاہم گرتے گرتے انھوں نے فائر کی سمت کا اندازہ ضرور کر لیا، انھوں نے اندازہ لگا لیا کہ وہ جو کوئی بھی تھا — پانی کی ٹنکی کے اُوپر تھا — وہ ٹنکی پر لیٹا تھا اور نیچے سے اسے نشانہ نہیں بنایا جا سکتا تھا — ایسے میں اس کی آواز گونجی:

"کوٹھی کو خالی کر دیا جائے — اندر صرف انسپکٹر جمشید رہ جائیں — مقابلہ میرے اور ان کے درمیان ہے — میرے ہاتھ میں کلاشن کوف ہے اور بے شمار فالتو گولیاں میرے پاس ہیں — میں چاہوں تو تم سب کو بھون کر رکھ دوں، لیکن میں

بلاوجہ خون نہیں بہاؤں گا — سب لوگ جلد از جلد نکل جائیں، ورنہ میں فائرنگ شروع کر دوں گا — دوسرے یہ کہ اگر باہر کسی نے میرا راستا روکنے کی کوشش کی تو انجام کا ذمے دار خود ہو گا — لاشیں بچھ جائیں گی — میرا کچھ نہیں بگڑے گا۔ یہ لو — میں ٹنکی کے اوپر کھڑا ہو گیا — پہلے مجھ پر فائر کر کے دیکھ لو — میرا کچھ بگڑتا ہے یا نہیں۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی وہ کھڑا ہو گیا — فوراً ہی اس پر کئی فائر ہوئے — گولیاں اس کے جسم سے ٹکرائیں، لیکن وہ جوں کا توں کھڑا رہا — اس کا بال بھی بیکا نہ ہوا۔

"تم لوگ چاہو تو بم کا گولہ بھی آزما لو، لیکن اس طرح نقصان سردار میکن کو پہنچے گا — مجھے نہیں۔"

"سوال یہ ہے کہ تم اس ٹنکی پر کس طرح پہنچ گئے؟" محمود بولا۔

"وقت سے بہت پہلے ہی یہاں پہنچ گیا تھا۔" وہ ہنسا۔

"لیکن کیسے؟" فاروق چلا اٹھا۔

"یہ نہیں بتا سکتا — تم لوگوں نے ہدایات پر عمل نہیں کیا — خیر — اگر میری اور انسپکٹر جمشید کی جنگ دیکھنا چاہتے ہیں تو پھر ایک طرف ہٹ جائیں۔"

لوگ کائی کی طرح چھٹ گئے — میدان میں پروفیسر داؤد کھڑے رہ گئے — انسپکٹر جمشید بھی ایک طرف سرک گئے تھے:

"یہ کیا — میدان میں اس نے انسپکٹر جمشید کو للکارا ہے — اور کھڑے ہوئے ہیں پروفیسر داؤد — پروفیسر صاحب — کیا آپ جونائٹ کا مقابلہ کریں گے؟"

"نہیں! یہ پروفیسر نہیں ہیں — انسپکٹر جمشید ہیں۔" جونائٹ نے ہنس کر کہا۔

"کیا مطلب؟" وہ سب چلائے۔

"انسپکٹر جمشید یہاں پروفیسر داؤد کے میک اپ میں آئے تھے — اور پروفیسر داؤد انسپکٹر جمشید کے میک اپ میں — لیکن میں ان باتوں میں آنے والا نہیں — اس لیے زہر بھی انسپکٹر جمشید کے کھانے میں لوگوں کو نظر آیا تھا — لیکن درحقیقت پروفیسر داؤد کے ہی کھانے میں زہر ملایا گیا تھا۔"

"لیکن اس قدر اونچائی سے تم ہماری باتیں صاف کیسے سن رہے تھے؟"

"میں تو اس باغ میں ہونے والی سرگوشیاں بھی سنتا رہا ہوں، آلات نصب ہیں — میرے انتظامات یہاں مکمل ہیں۔"

"اور منصوبہ کیا ہے — کیا صرف پروفیسر داؤد کو ختم کرنا؟"

"ہاں! ہمارے لیے پروفیسر داؤد زیادہ خطرناک ہیں — اس ملک کے صدر صاحب سے بیگال کو کوئی خطرہ نہیں — انسپکٹر جمشید اور انسپکٹر کامران مرزا سے بھی اتنا خطرہ نہیں — لیکن —

پروفیسر داؤد صاحب سے سب سے زیادہ خطرہ ہے — لہٰذا بیگال نے میرے ذمّے یہ کام لگایا ہے کہ انھیں ختم کر دیا جائے — لیکن بیگال کی حکومت چاہتی تھی — کہ یہ کام بھرے مجمعے میں ہو — چوری چھپے نہ ہو۔"

"وجہ؟" محمود نے منہ بنایا۔

"تاکہ بیگال کی دھاک اس پورے ملک کے لوگوں کے دماغوں پر بیٹھ جائے۔"

"ہُوں! تو یہ بات ہے — اور یہ نیلے لباسوں کا کیا چکر ہے؟"

"یہ چکر نہ پُوچھیں۔" جوناٹ ہنسا۔

"اچھا تو پھر — آ جاؤ میدان میں، ہم دو دو ہاتھ کر لیتے ہیں، جب تک ہم زندہ ہیں — تم پروفیسر داؤد کو ہاتھ نہیں لگا سکتے۔"

"میں چاہتا تو ٹنکی پر سے انھیں نشانہ بنا سکتا تھا۔" جوناٹ نے ہنس کر کہا۔

"بہت بڑی خوش فہمی میں مبتلا ہو۔" انسپکٹر جمشید سپاٹ لہجے میں بولے۔

"کیا مطلب — میں اور غلط فہمی میں مبتلا — ہوش میں تو ہیں انسپکٹر جمشید۔"

"غلط فہمی نہیں کہا میں نے — اونچا سننے لگے ہو۔" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"چلیے خوش فہمی سہی۔"

"تم پروفیسر صاحب کو نشانہ نہیں بنا سکتے تھے — چاہو تو اب کوشش کر دیکھو — پروفیسر صاحب — ذرا میدان میں آ جائیں۔" انسپکٹر جمشید اُن کی طرف مُڑے۔

"ضرور — کیوں نہیں۔" انھوں نے کہا اور انسپکٹر جمشید کے ساتھ آ کھڑے ہوئے۔

"یہ لیجیے جوناٹ صاحب — یہ آ گئے ہیں سامنے — اب بنائیے آپ انھیں نشانہ۔"

"کیا واقعی؟" اس نے بے یقینی کے عالم میں کہا۔

"میں نے کہا نا — بنائیے نشانہ۔"

اس صورت میں میں یہیں سے فرار ہو جاؤں گا، پھر مجھے آپ سے لڑنے بھڑنے کی کوئی ضرورت نہیں رہ جائے گی — ہم لوگ بلا وجہ خود کو تھکانے کے عادی نہیں ہیں۔"

"کوئی بات نہیں۔"

اس نے کلاشن کوف کی نال پروفیسر داؤد کی طرف کر دی — وہ پُر سکون انداز میں کھڑے رہے؛ البتہ انسپکٹر جمشید اب ان کے پیچھے کھڑے ہو گئے تھے — یہ دیکھ کر جوناٹ ہنسا:

"اور آپ ان کے پیچھے کیوں چھپ گئے انسپکٹر جمشید؟"

"اس لیے کہ گولی مجھے بھی تو لگ سکتی ہے — یا پھر تمھارا پروگرام

یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ مشہور کر دیا ، یہ کہ پروفیسر صاحب کو ختم کرنے آئے ہیں اور اس اوٹ میں ختم کر دیا صدر صاحب کو — یا کسی اور کو۔"

" اوہ — اوہ۔" جوناٹ کے منہ سے نکلا۔

" یہ اوہ اوہ کس خوشی میں؟" فاروق مسکرایا۔

" مجھے صدر صاحب نظر نہیں آ رہے۔" وہ بڑبڑایا۔

" کیوں — کیا صدر صاحب کو نشانہ بنانے کا پروگرام ہے۔" انسپکٹر جمشید طنزیہ انداز میں بولے۔

" نہیں جناب ! میں صرف اور صرف پروفیسر داؤد کے چکر میں ہوں، آپ نے بلاوجہ صدر صاحب کو اِدھر اُدھر کر دیا ہے۔"

" جوناٹ کا اونٹ کس کروٹ بیٹھے گا — یہ اندازہ نہیں تھا مجھے، لہٰذا میں نے کوئی کچا کام نہیں کیا ، صدر صاحب اور پروفیسر صاحب کی حفاظت کا پورا پورا انتظام کیا گیا ہے — اور بس۔"

" لیکن پروفیسر صاحب تو میرے سامنے کھڑے ہیں۔"

" یہ سائنس دان ہیں۔"

عین اس وقت پروفیسر داؤد نے جیب سے ایک عینک نکالی اور آنکھوں پر لگا لی — اب جو انھوں نے جوناٹ کی طرف دیکھا، جوناٹ اپنی جگہ سے لڑکھڑا سا گیا — اس نے آنکھوں کے آگے فوراً ہاتھ کر لیا :

" یہ — یہ — یہ کیا؟" وہ چلا اٹھا۔

" جیسے کو تیسا — تم جیسے لوگوں کا ہم اسی طرح انتظام کیا کرتے ہیں — اب تم پروفیسر صاحب کا نشانہ لے کر دکھاؤ، اوّل تو تم نشانہ لے نہیں سکو گے — اندازے سے گولی چلا بھی دو تو گولی اُلٹ کر تمھیں لگے گی۔"

" اور میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی۔" وہ پھر ہنسا۔

" کوئی پروا نہیں — گولی تم سے ٹکرا کر وہیں گر جائے گی، پلٹ کر نہیں آئے گی — یہی اس عینک کا کمال ہے — اس سے نکلنے والی لہروں نے اب پروفیسر صاحب کو مکمل طور پر گھیرے میں لے لیا ہے — چلاؤ گولی۔" وہ گرجے۔

جوناٹ نے کلاشن کوف وہیں اپنے پیروں کے پاس گرا دی اور پُرسکون آواز میں بولا :

" میں آ رہا ہوں — میرے ہاتھ تو پروفیسر صاحب تک پہنچ سکتے ہیں نا۔"

" جب تک ہم زندہ ہیں — اس وقت تک ..."

دوسرے لمحے سب سکتے میں آ گئے — جوناٹ نے اس قدر اونچائی سے نیچے چھلانگ لگا دی تھی — سب کی نظریں اس کے ساتھ نیچے تک آئیں — وہ گھاس پر بالکل سیدھا آیا — اور گرا نہیں —

ان کی آنکھیں مارے حیرت اور خوف کے پھیل گئیں:

"کیوں انسپکٹر جمشید — اس قدر اونچائی سے چھلانگ لگا سکتے ہو؟" وہ بولا۔

"نن نہیں۔" وہ ہکلائے۔

"ڈر گئے مجھ سے۔"

"نہیں۔" وہ مسکرائے۔

"ہائیں — نہیں ڈرے۔"

"ہاں نہیں ڈرا — اس لیے کہ پروفیسر داؤد محفوظ ہیں — صدر صاحب محفوظ ہیں — اب میں کس بات سے ڈروں۔" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"کوئی بات نہیں — بعد میں ڈر لینا۔"

"لیکن کس بات سے؟"

"اپنی شکست کے خوف سے۔"

"زیادہ باتیں بنانے کی ضرورت نہیں — آؤ اور مجھ سے دو دو ہاتھ کر لو۔"

"یہی تو تم سمجھ نہیں رہے انسپکٹر جمشید — میرا ہاتھ جونہی تمھارے جسم کو لگے گا — چار سو چالیس وولٹ کا جھٹکا تمھیں لگے گا اور تم دور جا کر گرو گے — پھر کہاں اٹھ سکو گے۔"

"یہ بات تو میں جانتا ہوں۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"کیا کہا — جانتے ہو — تو پھر؟"

"اس کے باوجود میں مقابلہ کروں گا — اس لیے کہ پروفیسر صاحب کو بچانا ہے — اپنے ملک کے صدر صاحب کو بچانا ہے۔"

"اور میں کہتا ہوں — تم اپنی فکر کرو۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی سب نے دیکھا — جوناٹ نے ان پر چھلانگ لگا دی —

Uploaded for:
www.urdufanz.com
By: SHJ3

دھماکے

ادھر اس نے چھلانگ لگائی — ادھر کسی چیز کے پھٹنے کا زبردست دھماکا ہوا اور اس کے ساتھ ہی پورا باغ دھوئیں سے بھر گیا — سب لوگوں کے بے تحاشا کھانسنے کی آوازیں سنائی دیں — خود انسپکٹر جمشید وغیرہ بھی کھانسے بغیر نہ رہ سکے۔

جب دھواں چھٹا تو جوناٹ غائب تھا۔

"یہ کیا بات ہوئی؟" محمود نے حیران ہو کر کہا۔

"وہ تجربہ گاہ گیا ہے — یہ سوچ کر کہ ہم پروفیسر داؤد کو ساتھ نہیں لائے — وہیں چھوڑ آئے ہیں۔"

"اوہ — اب کیا ہوگا؟" فاروق نے گھبرا کر کہا۔

"اور وہاں سے وہ ایوانِ صدر جائے گا۔"

"کیا!!!" وہ چلائے۔

"کیوں — کیا اس دعوت میں پروفیسر صاحب اور صدر صاحب واقعی موجود نہیں ہیں؟"

"موجود ہیں — لیکن کون ہیں — کس روپ میں ہیں — یہ صرف میں جانتا ہوں۔"

"کیا مطلب — یہ جو پروفیسر صاحب آپ کے سامنے کھڑے ہیں — یہ پروفیسر صاحب نہیں ہیں؟"

"نہیں — ان کے پاس البتہ پروفیسر صاحب کی دی ہوئی لنک ضرور ہے۔"

"تب پھر — یہ کون ہیں؟"

"عثمان احمد۔" وہ بولے۔

"کیا نہیں۔" وہ ایک ساتھ چلائے۔

"اور صدر صاحب کے روپ میں یہاں کون ہے۔"

"توحید احمد۔"

"نہیں۔" ان کے منہ سے نکلا۔

"ہاں! میں نے سوچا تھا — قربانی کا بکرا کسی ملازم کو کیوں بنایا جائے — ہم خود ہی یہ قربانی دیں گے — لیکن حفاظتی انتظامات بھی پورے پورے تھے — لڑنے کا موقع آیا ہی نہیں — ورنہ آج یہاں نظارا ہی اور ہوتا۔"

"تو کیا — اب آپ کے خیال میں جوناٹ نہیں آئے گا۔"

"نہیں — تجربہ گاہ میں جب اسے پروفیسر داؤد نہیں ملیں گے اور ایوانِ صدر میں صدر صاحب نہیں ملیں گے، تو وہ مارے

شرم کے ادھر کا رخ نہیں کرے گا — اگرچہ دونوں شخصیات یہیں موجود ہیں۔"

"لیکن کہاں — وہ کہاں ہیں — میرا مطلب ہے — کس روپ میں ہیں؟" سردار میکن چلایا۔

"بتانا مناسب نہیں — دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں۔" فاروق نے مسکرا کر کہا۔

"یہاں دیواریں کہاں؟" سردار میکن نے اسے گھورا۔

"دیواریں نہ سہی — درخت تو ہیں — کیا درختوں کے کان نہیں ہو سکتے؟" فاروق نے کہا۔

"پتا نہیں، ہو سکتے ہیں یا نہیں — ہاں کان پر یاد آیا — انسپکٹر صاحب، آپ کم از کم میرے کان میں بتا دیں کہ وہ کون کون ہیں، تاکہ میں ان کے لیے کچھ تو کر سکوں۔"

"اوہ ہاں — اچھا — آپ میرے نزدیک آ جائیں۔"

سردار میکن ان کے قریب پہنچ گئے — انسپکٹر جمشید نے اس کے کان میں دو نام لے دیے — وہ فوراً پیچھے ہٹ گئے اور بولے:

"اوہ اچھا — تو صدر صاحب اور پروفیسر صاحب اُن دو حضرات کے میک اپ میں یہاں تشریف فرما ہیں اور ہم میں سے کسی کو پتا نہیں۔"

"حفاظت کا مسئلہ تھا — اس لیے یہ قدم اٹھایا گیا۔"

"لیکن اب تو خطرہ ٹل گیا ہے — اب تو یہ آگے آ سکتے ہیں۔"

"خطرہ نہیں ٹلا — سر پر ہے۔" وہ بولے۔

"اچھی بات ہے — جو آپ مناسب سمجھیں، کریں۔" اس نے کہا اور ایک طرف کو ہٹ گیا۔

"لیکن اب کیا کرنا ہے؟ سوال تو ہے۔"

"ہم جوناٹ کی واپسی کا انتظار کیوں کریں۔" ڈی آئی جی بولے۔

"آپ نے درست فرمایا — کھانا کھاتے ہیں اور..."

عین اس لمحے ایک قہقہہ گونجا — سب نے دیکھا — جوناٹ ایک بار پھر پانی کی ٹنکی پر موجود تھا — پہلے وہ لیٹا ہوا تھا — اب اٹھ کر کھڑا ہو گیا تھا — اس کا قہقہہ کسی طرح رکنے کا نام نہیں لے رہا تھا — سب لوگ دم بخود کھڑے تھے — یوں لگتا تھا — جیسے ان کے جسموں میں جان نہ رہ گئی ہو —

"میں نے کہا تھا نا — یہاں ہونے والی سرگوشی تک میں سن رہا ہوں، لہٰذا اب میں جان گیا ہوں کہ صدر صاحب اور پروفیسر صاحب دراصل کہاں ہیں — اور اب میں ان کا نشانہ لے رہا ہوں۔"

"ضرور نشانہ لے لو، لیکن تم اپنے مقصد میں پھر بھی کامیاب نہیں ہو سکو گے۔" انسپکٹر جمشید نے پُرسکون آواز میں کہا۔

"کیوں — اب کیا ہے؟" جوناٹ نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"دھوئیں کا بم جب چھوڑا گیا تو میں جان گیا تھا کہ تم ڈراما کر

رہے ہو، پھر جب تم غائب نظر آئے تو مجھے یقین ہو گیا کہ تم یہیں چھپے ہوئے ہو — اس کے بعد جب دھواں ختم ہو گیا تو لوگوں کو تم غائب نظر آئے — میں نے خود ہی یہ خیال ظاہر کر دیا کہ تم تجربہ گاہ گئے ہو یا ایوانِ صدر — اس کے بعد سردار میکن صاحب نے کان میں یہ پوچھا کہ صدر صاحب اور پروفیسر صاحب آخر ہیں کس روپ میں، میں نے انھیں بتا دیا — اور اس طرح تمھیں معلوم ہو گیا، کیونکہ یہاں آلات نصب ہیں — یہی بات ہے نا؟"

"ہاں! یہی بات ہے — اب یہ دونوں نہیں بچیں گے۔"

"ایک منٹ جوناٹ صاحب — پہلے ذرا ایک تجربہ ہو جائے۔"

"تجربہ — کیسا تجربہ؟"

"محمود تم ذرا میرے قریب آنا۔"

"لیجیے — آگیا۔"

"اپنا کان میرے منہ کے قریب لے آؤ۔"

"کیا مطلب؟" جوناٹ اچھلا۔

"ایک منٹ جناب۔"

یہ کہہ کر انھوں نے محمود کے کان پر منہ رکھ دیا اور کچھ کہا:

"مسٹر جوناٹ! میں نے محمود کے کان میں کیا سرگوشی کی ہے؟"

"انسپکٹر جمشید — اب تم میرے ہاتھ سے بچ نہیں سکتے۔" جوناٹ غرایا۔

"ہائیں! یہ کیا جواب ہوا۔" فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

"میں نے پوچھا ہے — میں نے محمود کے کان میں کیا سرگوشی کی ہے؟"

"تم بچ نہیں سکتے۔" وہ سرسراتی آواز میں بولا۔

"واہ — کیا پیارا جواب ہے۔"

ساتھ ہی انھوں نے گویا ہوا میں اڑ کر اسے انسپکٹر جمشید پر آتے محسوس کیا — انسپکٹر جمشید پُرسکون انداز میں کھڑے رہے، پھر جونہی وہ ان کے سر پر گرنے لگا، وہ نیچے لیٹ گئے اور انھوں نے اپنا پیر اس کی طرف کر دیا — اس طرح کہ جوتے کا تلا اوپر ہو گیا — جوناٹ تلے پر گرا — اس کے منہ سے ایک دل دوز چیخ نکل گئی:

"ہائیں! یہ کیا ہوا؟"

"جوناٹ کا مقابلہ اس جوتے کے بغیر ممکن بھی نہیں تھا۔"

"آخر یہ کیسا جوتا ہے؟"

"اس نے مجھے ہر قسم کے کرنٹ سے بالکل محفوظ کر دیا ہے، یہ بھی میرے لیے پروفیسر صاحب نے ہی بنایا ہے۔"

"ہائیں! اب پروفیسر انکل جوتے بھی بنانے لگے۔" فاروق کی آواز سنائی دی — اور لوگ مسکرانے لگے — ادھر جوناٹ ساکت پڑا تھا:

"آخر اسے ہوا کیا — صرف جوتے سے ٹکرانے کی بنا پر تو یہ بے کار نہیں ہو سکتا تھا۔"

"جوتے کے تلے میں کچھ آٹومیٹک کیل لگائے گئے ہیں — عام

حالات میں وہ کیل تلے کے ساتھ لگے رہتے ہیں، لیکن جب ان کے استعمال کی ضرورت ہو تو ان کو کھڑا کیا جا سکتا ہے؛ چنانچہ جب جوناٹ نیچے آ رہا تھا — میں نے جوتا اُوپر کر دیا — اور تمام کیلیں اس کے جسم میں پیوست ہو گئیں — ان کیلوں پر گہری بے ہوشی طاری کرنے والی دوا بھی لگی ہوئی تھی، ورنہ یہ صاحب صرف کیلیں لگنے سے تو بے ہوش ہو نہیں سکتے تھے۔"

"ہوں — لیکن یہ آپ کا سوال سن کر غصّے میں کیوں آ گیا تھا؟"

"میں نے اس کی دُکھتی رگ پر ہاتھ رکھ دیا تھا۔"

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ میں نے سردار میکن کے کان میں جو سرگوشی کی تھی — وہ اس نے نہیں سنی تھی — بلکہ سردار میکن کلائی پر جو گھڑی باندھے ہوئے ہیں — اس میں آلہ نصب ہے — اس ننھے سے وائرلیس سیٹ کے ذریعے آواز میکن صاحب نے خود جوناٹ تک پہنچائی تھی۔"

"کیا!!!" سارا مجمع بُری طرح چلّا اُٹھا۔

ان کی آنکھیں مارے حیرت کے پھیل گئیں — اب سب لوگ سردار میکن کو گھورنے لگے:

"نہیں نہیں — ایسا نہیں ہو سکتا۔" ڈی آئی جی چلّائے۔

"ایسا ہی ہے سر — یہ صاحب بیگال کے ایجنٹ ہیں — اور

اس پورے کیس میں یہ جوناٹ کے احکامات پر عمل کرتے رہے ہیں — یہ دعوت بھی اسی کے اشارے پر دی گئی ہے۔"

"اُف میرے مالک — سردار صاحب — آپ اپنی صفائی میں کچھ کہنا چاہیں گے۔"

"اگر یہ اپنی صفائی پیش کریں گے تو ہم بھی تو ان کی کوٹھی سے ان کے وہ کاغذات برآمد کریں گے، جن سے ان کا جاسوس ہونا ثابت ہو جائے گا۔"

"نن — نہیں — نہیں۔" سردار میکن خوف زدہ انداز میں چلّائے۔

"تت — تو — آپ — واقعی بیگال کے لیے کام کرتے رہے ہیں۔"

اس نے کوئی جواب نہ دیا — مجمعے پر سکتہ طاری تھا — ادھر سادہ لباس والے اس کی طرف بڑھ رہے تھے — اور جوناٹ کو قابو میں کرنے کے لیے تو انھیں ابھی ربڑ کا لباس پہن کر آنا تھا، اس کے بغیر تو اسے ہاتھ بھی نہیں لگایا جا سکتا تھا —

ادارۂ اشاعت اردو
قرلے خان کتاب و ترجمان